نگارستانِ فارسی

NIGARISTAN-i-FARSI

برائے جماعت دوازدہم

(بارہویں جماعت کے لئے)

For Class XII th

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر

Board of Secondary Education

Rajasthan, Ajmer

UNIT - I

تاریخ ادبیاتِ فارسی

(انڈو پرشین)

Unit-I

سوانح امیر خسروؒ

امیر خسروؒ ۶۵۱ھ میں پٹیالی (ضلع ایٹہ) میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام سیف الدین تھا جو چنگیزی حملوں کی وجہ سے ترک وطن کر کے ہندوستان آ گئے تھے۔خسروؒ نے ہوش سنبھالا تو ابتدائی تعلیم کی ابتداء ہوئی مگر وہ سبق پڑھتے پڑھتے شعر بھی کہنے لگے۔عربی وفارسی میں مہارت حاصل کی اور عروس سخن کے اسیر ہو گئے۔شعر و شاعری کا چرچہ ہر طرف ہونے لگا۔یہ بلبن کا زمانہ تھا۔ایک دن بلبن کے بیٹے (بغرا خاں) کے دربار میں امیر خسروؒ نے اپنے اشعار پڑھے،شہزادہ نے خوش ہو کر ایک لگن بھر کر روپے عطا کئے۔ان کی شاعری کا شہرہ ایسا ہوا کہ دربار کے خاص شعراء میں شامل ہو گئے۔امیر خسروؒ کے ایک قریبی دوست حسن دہلوی بھی اسی دربار سے منسلک تھے۔دونوں ہی بادشاہ کے ساتھ جنگ میں بھی شامل ہوتے تھے۔ایک مرتبہ بادشاہ مارا گیا تو یہ دونوں دشمنوں کی قید میں چلے گئے۔دو سال کے بعد رہائی ملی۔

امیر خسروؒ نے بلبن کے بعد کئی بادشاہوں کا دور دیکھا۔خلجی حکمرانوں نے دہلی پر حکومت کی اور اس کے بعد تغلقوں نے دہلی پر اپنا پرچم لہرایا۔انہوں نے تمام بادشاہوں کا

دور دیکھا اور وہ ان سے وابستہ بھی رہے اور حکومتوں کے اُتار چڑھاؤ سے ان کا واسطہ رہا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ دربار سے جڑے ہوئے تھے۔ امیر خسروؔ کو محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی۔ جب انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاء کے وصال کی خبر سنی تو بیقرار ہو گئے۔ گریہ وزاری اور نالہ وشیون کرتے ہوئے وہ بنگالہ سے دہلی آ گئے۔ اپنے پیر و مرشد محبوب الٰہی کے مزار پر سیاہ کپڑے پہن کر مجاوری کرنے لگے اور تقریباً چھ مہینے کے بعد ۷۲۵ھ میں ان کی وفات ہوگئی اور پیر و مرشد کے قریب ہی دفن ہوئے۔

ہندوستان میں امیر خسروؔ سے بڑا کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا۔ غزل، مثنوی، رباعی، مرثیہ، قصیدہ، وغیرہ سبھی اصناف سخن میں اپنی قادرالکلامی کے جوہر دکھلائے۔ خسروؔ اگرچہ درباروں سے وابستہ رہے لیکن ان کی شاعری میں تصوف کی چاشنی ملتی ہے۔ مثنوی، غزل، قصیدہ، وغیرہ میں ان کے ہاں تہ دار پہلو ملتے ہیں۔ مثنوی میں اگر صوفیانہ باتیں ہیں تو جنگ و جدل کا بھی ذکر ہے۔ غزل میں عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں ہی رنگ ہیں۔ قصیدہ میں بادشاہوں کی تعریفیں تو کیں مگر ان کے سامنے دست طلب دراز نہیں کیا۔ وہ کہیں نہ کہیں سے صوفیانہ پہلو بھی نکال لیتے ہیں۔ مرثیہ میں اس قدر درد بھر دیتے ہیں کہ سننے والے پر زبردست اثر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ دو سال کی قید میں لکھا گیا مرثیہ جب بلبن کے سامنے خسروؔ نے سنایا، جس کو سن کر بلبن اس قدر رویا کہ اس کو بخار آ گیا اور اسی بخار نے

بلبن کو قبر تک پہنچا دیا۔مختصر یہ کہ امیر خسروؒ فن شاعری کے ان ماہرین کی صف اول میں شمار کیئے جاتے ہیں جنہوں نے عربی فارسی شاعری کو اعجاز وایجاز عطا کیا۔

تصانیف امیر خسروؒ

دیوان جو پانچ حصّوں پر مشتمل ہے ۔(۱)تحفۃ الصغر (۱۹سال کی عمر تک کی شاعری) (۲)وسط الحیات (۲۰ سے ۳۰ سال کی شاعری)(۳)غرۃ الکمال (۳۰ سے ۴۰ سال کی شاعری)(۴)بقیہ نقیہ (بڑھاپے کی شاعری)(۵)نہایۃ الکمال (اس میں زندگی کے آخری دور کی شاعری ہے)۔

امیر خسروؒ نے خمسۂ نظامی (نظامیؔ گنجوی کی پانچ مثنویاں) کے جواب میں پانچ مثنویاں بھی لکھی ہیں۔

(۱)مطلع الانوار ۔ نظامیؔ کے 'مخزن الاسرار' کے جواب میں لکھی۔
(۲)شیرین وخسرو۔ نظامیؔ کے 'خسرو شیرین' کے جواب میں لکھی۔
(۳) مجنوں ولیلیٰ۔ نظامیؔ کے 'لیلیٰ مجنون' کے جواب میں لکھی۔
(۴) آئینۂ سکندری۔ نظامیؔ کے 'سکندر نامہ' کے جواب میں لکھی۔
(۵)ہشت بہشت۔ نظامیؔ کے ہفت پیکر' کے جواب میں لکھی۔

ان کے علاوہ امیر خسروؒ کی اور بھی تصانیف ہیں۔''قران السعدین''،''نہ سپہر''، ''مفتاح الفتوح'' یہ کتابیں ہندوستان کے بادشاہوں کے حالات زندگی اور ان کے

اوصاف پر لکھی گئی ہیں لیکن ان کتابوں کی تاریخی اہمیت بھی بہت ہے۔

''تغلق نامہ''، '' افضل الفوائد''،'' اعجاز خسروی''، ''مناقب ہند''،'' تاریخ دہلی''، بھی خسروؒ کی تصانیف ہیں۔

امیر خسروؒ 'سبک ہندی' کے بانی ہیں۔انہوں نے ہندوستان میں فارسی ادب میں ہندی طرز کو شامل کیا۔ ہندی الفاظ کو فارسی میں جگہ دی۔امیر خسروؒ اگر چہ مثنویوں کے سبب جانے جاتے ہیں مگر ان کی غزلوں نے ہندوستان و ایران کے شاعروں کے دلوں کو چھو لیا ہے۔

امیر خسروؒ نے اپنی غزلوں میں عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کا استعمال کیا ہے۔ ان کی غزلیں اتنی مشہور و معروف ہیں کہ قوالی اور غزل سرائی کی جان سمجھی جاتی ہیں۔آج بھی ان کا صوفیانہ کلام روحانی محفلوں میں ذوق وشوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ان کا یہ شعر عشق حقیقی کی زندہ مثال ہے ۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی

تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

☆

مشق :

امیر خسروؒ کی تصانیف کے نام لکھ کر مشق کریں۔

سوالات :

سوال۔۱ امیر خسروؒ کی سوانح حیات مختصر بیان کریں؟

سوال۔۲ امیر خسروؒ کہاں پیدا ہوئے تھے؟

سوال۔۳ امیر خسروؒ کا تعلق کتنے بادشاہوں سے تھا؟

سوال۔۴ امیر خسروؒ کس کے مرید تھے؟

سوال۔۵ امیر خسروؒ کا انتقال کب ہوا؟

☆☆☆

Unit - I

(ii) ابوالفیض فیضؔی

ابوالفیض فیضؔی ایک جید عالم اور باکمال شاعر تھا۔اس کی پیدائش ۹۵۴ھ مطابق ۱۵۴۷ء میں آگرہ میں ہوئی والد کا نام شیخ مبارک ناگوری تھا فیضی نے ابتدائی اور انتہائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اس کے علاوہ اس نے خواجہ حسین ہروی وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اس کو مختلف علوم میں یدطولیٰ حاصل تھا وہ شاعر باکمال اور صاحب طرز ادیب تھا وہ علم تفسیر کا ماہر اور فلسفہ وتصوف سے آشنا تھا شیخ نے بڑی جدوجہد کے بعد ۱۵۸۸ء میں مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے دربار میں راہ پائی عروض وقافیہ،تاریخ،لغت، طب اور معما گوئی میں وہ یگانۂ روزگار تھا۔اپنی ذہنی فراست اور طلاقت لسانی سے بہت جلد اکبر کا محبوب اور منظور نظر بن گیا اکبر نے اس کو دانیال شہزادہ کا اتالیق مقرر کیا اور غزالی مشہدی کے بعد وہ اکبر کے دربار کا ''ملک الشعراء'' بنا۔اکبر نے اس پر بے پناہ عنایتیں کیں جس سے اس کے اقبال کا آفتاب دن بدن بلند ہوتا گیا۔ وہ اکبر کے ان نو مخصوص درباریوں سے میں تھا جن کو نورتن کے نام سے جانا جاتا ہے،اکبر کے دربار میں باریاب ہونے کے بعد فیضؔی سفر وحضر میں اکبر کا ہم نشین رہا اور اکبر کی شان میں قصیدہ سرائی کرتا رہا،

فیضؔی کے سارے کمالات اکبر کی سرپرستی کی وجہ سے ظاہر ہوتے رہے اگر اس کو اکبر کی سرپرستی حاصل نہ ہوتی تو شاید اس کی ساری خوبیاں تحت الشعور میں دبی رہتیں اس لیے وہ اکبر کو بہت محبوب رکھتا تھا اور اپنی عقیدت ومحبت میں اس کے وقار کو شاعری کے زور سے بڑھانے میں فرحت ولذت محسوس کرتا تھا۔

فیضؔی کی شاعری فطری تھی وہ فطرتاً شاعر ہی پیدا ہوا تھا اگر چہ اس کے خاندان کی فضا میں شاعری کی بادنسیم نہیں تھی لیکن قدرت نے اس کی طبیعت کو شاعری سے ہم آہنگ بنایا تھا بچپن سے ہی وہ شاعری کرتا تھا عربی کا خاص ذوق ہونے کی بناء پر ابتداء میں طبیعت مشکل پسندی کی طرف مائل تھی مگر مرورِ زمانہ کے ساتھ فن میں نکھار پیدا ہوتا گیا۔

فیضؔی نے قصیدہ، غزل اور مثنوی تینوں اصناف میں طبع آزمائی کی، اور استاذِ فن کی مسند پر متمکن ہوا، اس کی شاعری نے نہ صرف ہندوستان میں مقبولیت حاصل کی بلکہ اہل ایران بھی اس کی شاعری کے معترف رہے۔

فیضؔی نے نظامؔی کی طرز پر پانچ مثنویاں لکھیں۔ نظامؔی کی مخزن الاسرار کے مقابلہ میں مرکز ادوار خسروؒ وشیریں کے طرز پر ''سلیمان بلقیس'' اور ''لیلیٰ ومجنون'' کی تقلید میں ''نل ودمن'' مرتب کی جو ہندوستان کی سرزمین کا ایک قصّہ ہے۔ ''ہفت پیکر'' کے طرز پر ''ہفت کشور''، قلم بند کی اور ''سکندر نامہ'' کی طرح پر ''اکبر نامہ'' لکھنے کا ارادہ کیا مگر بدقسمتی سے فیضؔی صرف ''نل ودمن'' کو مکمل کر سکا۔ مرکز ادوار بھی نامکمل رہی۔ اسی عرصہ میں فیضؔی اس

جہاں سے رخصت ہوگیا اس کے انتقال کے بعد اس کے بھائی ابوالفضل نے اس کو مکمل کیا اور باقی کوئی مثنوی مکمل نہ ہوسکی۔ فیضؔی کے اشعار کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچتی ہے۔ ان اشعار کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

فیضؔی کے کلام کی سب سے بڑی خوبی جوش بیان ہے جس کا وہ موجد بھی ہے اور خاتم بھی، جوش بیان خواجہ حافؔظ میں بھی ہے اور وہ اعلیٰ درجہ پر ہے لیکن رندانہ مضامین اور دنیا کی بے ثباتی فیضؔی کے ساتھ مخصوص ہے۔ فیضؔی کے ہاں فخریہ، عشقیہ اور فلسفیانہ ہر قسم کے مضامین میں جوش پایا جاتا ہے۔ جوش بیان میں اس کے ذاتی حالات کا خاص اثر ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوسکتا۔

فیضؔی کی ممتاز خصوصیات شاعری میں استعارات کی شوخی اور تشبیہات کی ندرت ہے۔ اکبری دور کے شعراء میں یہ خصوصیت عام ہے لیکن نوعؔی شیرازی اور فیضؔی اس وصف میں اپنے معاصرین سے ممتاز ہیں اور فیضؔی ممتاز تر ہے۔

فیضؔی نے اپنی شاعری میں اکثر فلسفیانہ مضامین باندھے ہیں جس میں ادعایئت اور غرور کی بھی جھلک ملتی ہے جیسے غزل میں عام شعراء کا قاعدہ ہے کہ کوئی قدیم طرح سامنے رکھ لیتے ہیں پھر ایک ایک قافیہ پر نظر ڈالتے ہیں اور جو قافیہ جس انداز سے بندھ سکتا ہے باندھے جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ غزل پوری ہو جاتی ہے، یہ بہت کم ہوتا ہے کہ پہلے کوئی مسلسل یا مفرد خیال دل میں آئے اس کو شعر میں ادا کریں پھر غزل پوری کرنے کے لئے

اور اشعار بھی لکھتے جائیں لیکن فیضؔی کی اکثر غزلوں میں صاف نظر آتا ہے کہ کسی واقعہ کے اثر سے کوئی خیال دل میں آتا ہے اور اسی خیال کو وہ شاعری میں ادا کر دیتا ہے۔

فیضؔی بے شمار کتابوں کا مصنف ہے۔ ''مآثر الامراء'' کے مؤلف کا بیان ہے کہ اس نے ایک سو ایک کتابیں لکھیں۔ اس کی تصانیف میں ہم پانچ مثنویوں کا ذکر پہلے کر چکے ہیں اس کے علاوہ اس نے ایک غیر منقوط تفسیر ''سواطع الالہام'' لکھی اور اس تفسیر سے قبل تمرین کے طور پر موارد الکلم تحریر کی اس نے طباشیر الصبح کے نام سے اپنا دیوان مرتب کیا جس میں ۹ ہزار اشعار تھے اس کے خطوط کا ایک مجموعہ بھی تیار کیا گیا تھا جس کا نام ''لطیفۂ فیضی'' ہے اس وقت تک خطوط اور مراسلات سے بیان واقع کے بجائے زیادہ تر اظہار انشا پردازی مقصود ہوتا تھا۔ فیضؔی پہلا شخص ہے جس نے سادہ نگاری کی ابتدا کی مزید برآں اس نے اپنی علم کی ضیا بکھیرتے ہوئے ''مہا بھارت'' اور ''اتھر وید'' کے ترجمہ میں مترجمین کی مدد کی علاوہ ازیں ''لیلاوتی'' کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ جس سے فیضؔی کا سنسکرت پر عبور ظاہر ہوتا ہے۔ الغرض فیضؔی ہشت گانہ صفات کا مالک تھا۔ وہ نثر و شعر دونوں میدان کا شہسوار ہے۔ وہ عربی فارسی اور سنسکرت پر ید طولیٰ رکھتا تھا اور بے شمار علوم کا بحر زخار تھا۔ فیضؔی نے اپنی ذات کے بارے میں سچ ہی کہا ہے۔

امروز نہ شاعرم حکیم
دانندۂ حادث و قدیم

☆

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

سلیمان	بلقیس	غزالی	فیضی
سواطع الالہام	نل دمن	اتھروید	امروز

سوالات :

سوال۔۱ فیضیؔ کہاں پیدا ہوئے؟

سوال۔۲ فیضیؔ کا انتقال کب ہوا؟

سوال۔۳ فیضیؔ کی مختصر سوانح لکھئے؟

سوال۔۴ فیضیؔ کے والد کا نام لکھئے؟

سوال۔۵ فیضیؔ کس کے دربار کا ملک الشعراء تھا؟

☆☆☆

Unit - I (iii)

علامہ اقبالؔ

ڈاکٹر سر محمد اقبالؔ بیسویں صدی کے ایک معروف شاعر، مصنف، قانون دان، سیاستداں اور عظیم مفکر تھے، علامہ اقبال ۹ رنومبر ۱۸۷۷ء کو برطانوی ہندوستان کے شہر سیالکوٹ میں شیخ نور محمد کے گھر پیدا ہوئے۔ اقبال کے آباء واجداد قبول اسلام کے بعد اٹھارویں صدی کے آخر یا انیسویں صدی کے اوائل میں کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ آئے اور محلّہ کھیتیاں میں آباد ہوئے اور یہیں علامہ اقبال کی پیدائش ہوئی، علامہ نے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی اور مشن ہائی اسکول سے میٹرک اور سیالکوٹ سے ایف اے کا امتحان پاس کیا، زمانۂ طالب علمی میں انہیں میر حسنؔ جیسے استاد ملے جنہوں نے ان کی صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور ان کی صحیح رہنمائی کی، شعروشاعری کے شوق کو فروغ دینے میں مولوی میر حسن کا بڑا دخل تھا۔ ایف اے کرنے کے بعد وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور چلے گئے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے اور ایم اے کے امتحانات پاس کیے۔ یہاں ان کو پروفیسر آرنلڈؔ جیسے فاضل اور شفیق استاد مل گئے ۱۹۰۵ء میں علامہ اقبالؔ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور پروفیسر براؤن جیسے فاضل اساتذہ سے رہنمائی حاصل کی۔ بعد میں وہ جرمنی چلے گئے جہاں میونخ یونیورسٹی سے فلسفہ

میں پی۔ایچ۔ڈی۔کی ڈگری حاصل کی۔

ابتداء میں انہوں نے ایم۔اے۔کرنے کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں تدریس کے فرائض انجام دیئے لیکن بعد میں بیرسٹری کو مستقل طور پر اپنا پیشہ بنایا۔ وکالت کے ساتھ ساتھ آپ شعروشاعری بھی کرتے رہے ۱۹۲۶ء میں اقبالؔ پنجاب لجسلیٹو اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔۱۹۳۱ء میں انہوں نے گول میز کانفرس میں شرکت کر کے مسلمانوں کی نمائندگی کی اور ۲۱؍اپریل ۱۹۳۸ء میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہہ کر ملت اسلامیہ کو سوگوار کر دیا۔

علاّمہ اقبالؔ کی فارسی شاعری کی خصوصیات کا کماحقہٗ جائزہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں صرف ان کے فارسی کے کلام مختلف مجموعوں یعنی ''اسرارخودی''، ''رموز بیخودی''، ''پیام مشرق''، ''زبورعجم''، ''جاویدنامہ''، ''پس چہ باید کرد'' اور ''ارمغان حجاز'' کا مختصر تعارف پیش ہے۔

''پیام مشرق'' (۱۹۲۳ء) نظموں غزلوں اور قطعات پر مشتمل ہے اس کے دیباچہ میں خود اقبالؔ نے کہا ہے کہ اس کی تصنیف کا محرک جرمن حکیم گوئٹےؔ کا مغربی دیوان ہے۔ ''پیام مشرق'' کے موضوعات بھی وہی ہیں جو مثنوی کی صورت میں اسرار و رموز میں زیر بحث لائے گئے ہیں ان میں خودی اور بیخودی اور ان کے دیگر متعلقات ولوازمات مثلاً عشق، عقل، جنون، سخت کوشی، عمل پیہم، یقین کامل اور فقرو استغناء کا تذکرہ نظم، مخمس مسدس اور دیگر اصناف کی صورت میں کیا گیا ہے۔

''پیام مشرق'' میں اقبالؔ کے افکار میں پختگی اور عظمت کا احساس ہوتا ہے اور ساتھ ہی شعریت کے اعتبار سے بھی یہ اسرار اور رموز دونوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔

''زبورِ عجم'' (۱۹۲۷ء) میں اپنا فلسفۂ حیات بقول عبدالواحد ''راگ اور نغمے'' کے پیکر میں پیش کیا ہے، ''زبورِ عجم'' کے چار حصّے ہیں پہلا اور دوسرا غزل اور نظموں پر مشتمل ہے، تیسرے حصّے میں ''گلشنِ راز جدید'' کے عنوان سے ایک مثنوی ہے جو شیخ محمودؒ شبستری کی مشہور تصنیف ''گلشن راز'' سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے آخری حصے کا عنوان ''بندگی نامہ'' ہے یہ بھی مثنوی کے قالب میں ہے۔ زبور کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اقبالؔ نے خود اس کے پڑھنے کی تلقین اپنے ایک اردو شعر میں اس طرح کی ہے۔

اگر ہے ذوق تو خلوت میں پڑھ ''زبورِ عجم''
فغانِ نیم شبی ہے نوائے راز نہیں

''جاوید نامہ'' ڈانتے کی ''ڈیوائن کامیڈی'' شیخ محی الدین عربی کی ''فتوحات مکیہ'' اور ابو العلا معری کے رسالہ ''الغفران'' سے متاثر ہو کر لکھا گیا ''ڈیوائن کامیڈی'' اور فتوحات مکیہ میں زیادہ تر توجہ بقائے حیاتِ انسانی کے مسئلے پر دی گئی ہے کتاب کے آخر میں ''خطاب بہ جاوید'' کے عنوان سے شاعر نے نژادِ نو کو پیغامِ حیات دیا ہے۔

جس میں زندگی اور موت، حیات و کائنات، عقل و عشق، علم و فکر، فقر و درویشی اور خودی و بیخودی کے وہ سارے مسائل زیر بحث ہیں جو اقبال کی فکر کے اہم اجزاء ترکیبی کی

حیثیت رکھتے ہیں۔

''پس چہ باید کرد ای اقوام شرق'' (۱۹۳۶ء) کی شان تصنیف یہ ہے کہ ایک مرتبہ علامہ بغرض علاج بھوپال تشریف لے گئے۔ ۳/اپریل ۱۹۳۶ء کی رات کو انہوں نے سرسید احمد خان کو خواب میں دیکھا۔ سرسید نے ان سے کہا کہ اپنی علالت کا ذکر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کرو اس کے بعد اقبالؔ نے بارگاہ رسالت میں کچھ شعر پیش کئے۔ تاہم انہوں نے بعد میں ملک وملت کے درپیش مسائل اور اس وقت کے سیاسی تناظر میں وقتاً فوقتاً کچھ اور اشعار بھی کہے جن کو یکجا کر کے مثنوی ''چہ باید کرد ای اقوام شرق'' کے نام سے شائع کی، یہ مثنوی اگر چہ مختصر ہے لیکن مضامین کی نوعیت، فکر، بصیرت اور فنی پختگی کے لحاظ سے ایک جامع تصنیف ہے۔

''ارمغان حجاز'' یہ شاعر مشرق کی اس طویل فکری مسافت کی آخری منزل ہے جس کا آغاز ''اسرار خودی'' سے ہوا تھا عمر کے آخری ایام میں علامہ کے قلب مضطر میں روضۂ اطہر کی زیارت کا ولولہ تڑپ رہا تھا لیکن علالت مانع سفر تھی اقبال کے طائر تخیل کے لئے جب ہفت افلاک کی حدود تنگ تھیں تو ہندوستان سے عرب تک کا سفر کس شمار میں تھا لہٰذا ان کا طائر فکر ذہنی اور تخیلی طور پر روضۂ حضور کی زیارت کرتا ہے اس طرح ہم اس کتاب کو ذہنی سفر نامۂ حجاز سے تعبیر کر سکتے ہیں ''ارمغان حجاز'' پانچ حصّوں میں ہے۔

علامہ اقبالؔ کے کلام کا مطالعہ اس بات کو عیاں کرتا ہے کہ وہ آنے والے قافلہ کے

طائرِ پیش رو تھے۔ انہوں نے ملت کو نویدِ بہار دی اس کی مردہ رگوں میں زندگی کی حرارت پیدا کی رومؔی کی طرح اسرارِ حیات فاش کیے اور فتنۂ عصر رواں کا وہی توڑ کیا جو رومؔی نے دور قدیم میں کیا تھا۔ یہ نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ اس دانائے راز نے اپنے جاندار اور حیات بخش فلسفے سے اپنی افسردہ اور شکست خوردہ ملت کو ایک نئی زندگی کا پیغام دیا۔ اس کی اقدار زندگی کو دوبارہ زندہ کیا۔ اس کو ایک نصب العین سے آشنا کیا اور اس نصب العین کے حصول کے لئے ایک منظّم ضابطۂ حیات پیش کیا مگر یہ حقیقت اپنے جگہ اٹل ہے کہ انہوں نے اپنے پیغام کو حرف وصوت اور تخیل ونغمہ کے جس دلآویز قالب میں ڈھالا وہ کم شاعروں کو نصیب ہوا ہے وہ دنیا کے ان عظیم شعرا میں ہیں جن کا کلام فلسفہ وشعر کی ہم آہنگی کا شاہکار ہے۔ ان کے کلام میں فکرِ بلند کے ساتھ ساتھ جذبے کی حرارت بھی ہے اور شعورِ حسن کی دولت بیکراں بھی۔ علامہ کا فارسی کلام نہ صرف ان کے فلسفۂ حیات کی مکمل تفسیر ہے بلکہ ان کے جمالیاتی ذوق کی بھی پوری طرح آئینہ داری کرتا ہے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ علامہ کا تعارف بین الاقوامی سطح پر ان کی فارسی شاعری کا مرہون منت ہے۔

حد تو یہ ہے کہ بنیادی طور پر کلاسیکی زبان میں اظہار فکر کرتے کرتے بعض جگہ وہ جدید فارسی کے الفاظ واصطلاحات نہایت چابکدستی سے استعمال کر جاتے ہیں جس کی بنیاد پر ان کے ایرانی نقاد بھی ان کی زباندانی کے معترف ہیں۔

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

سیال کوٹ	عظیم	برطانوی	گورنمنٹ
پیام شرق	خطاب	شرق	صلی اللہ علیہ وسلم
ارمغان حجاز	بصیرت	مثنوی	نصب العین

سوالات :

سوال۔۱ علامہ اقبالؔ کس شہر میں پیدا ہوئے؟

سوال۔۲ اقبالؔ کے والد کا نام کیا تھا؟

سوال۔۳ اقبالؔ کا خطاب کیا تھا؟

سوال۔۴ اقبالؔ کی تصانیف کے نام لکھیے؟

سوال۔۵ اقبالؔ نے کس فلسفے کو بیان کیا ہے؟

☆☆☆

Unit - I (iv)

عرفیؔ شیرازی

چنان با نیک و بد عرفیؔ بسر کن تا پس مردن
مسلمانت بزمزم شوید و کافر بسوزاند

عرفیؔ اُس زمانہ کا شاعر ہے جب ایران میں صفوی اور ہندوستان میں مغلیہ خاندان کی حکومت تھی۔ عہد صفوی میں ایران میں شعر وشاعری کو گناہ سمجھا جاتا تھا۔ کیوں کہ یہ شدت پسند ملاؤں کی حکومت تھی لہٰذا اس دور کے اکثر و بیشتر شعراء ایران سے منتقل ہو کر ہندوستان آ گئے، جہاں شعراء پر انعام و اکرام کا ابر چھایا رہتا تھا اور ہر وقت لعل و گوہر کی بارش ہوتی رہتی تھی۔ اس وقت یہ شعر زبان زد تھا۔

نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال
تا نیاید سوئے ہندوستان حنا رنگین نشد

عرفیؔ کا اصل نام محمد، لقب جمال الدین اور عرفیؔ تخلص تھا۔ والد کا نام زین الدین

علوی اور دادا کا نام جمال الدین چادر باف تھا۔عرؔفی کی پیدائش ۹۶۳ھ میں شیراز میں ہوئی۔ان کے والد شیراز کے دارالحکومت میں ایک معزز عہدے پر فائز تھے۔گھر کا رکھ رکھاؤ، وضع قطع ،طرز معاشرت سب رئیسانہ تھی ،اس لیے عرؔفی کو اپنے حسب ونسب پر اکثر ناز وافتخار رہا،جس کا ذکر وہ ہر جگہ کرتا ہے۔

عرؔفی نے تعلیمی مراحل شیراز میں طے کیے ،مصوری اور نقاشی میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔عالم شباب تک پہنچتے پہنچتے ان کی طبیعت شعروشاعری کی جانب مائل ہوئی اور جلد ہی اس فن میں بھی کمال کو پہنچ گیا۔مگر صفوی حکومت کے دور میں انہوں نے سرزمین ایران کو اپنی نشو ونما اور ارتقا کے لیے تنگ اور ناکافی جانا۔ وہ شہزادہ سلیم کے بلاوے پر ہندوستان آ گیا اور یہاں کچھ تاخیر سے دربار اکبری میں اس کی رسائی ہوئی،جس کی وجہ سے اسے اعلیٰ مقام حاصل نہ ہوا۔۹۹۹ھ کو محض ۳۶ سال کی عمر میں یہ شاعرِ خوش الحان اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

عرؔفی نے قصیدہ گوئی میں کمال حاصل کیا۔کیوں کہ جس دور کا وہ شاعر ہے اس میں قصیدہ گوئی کو زیادہ پسند کیا جاتا تھا۔بادشاہ کی تعریف میں قصائد پیش کرنا اس دور کے شعراء کا خاصہ تھا۔حالانکہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ ایک غزل گو شاعر کی حیثیت سے باکمال شاعر ہے۔ اس کا دیوان ۲۶ قصائد ۲۷ غزلیات اور ۷۰۰ اشعار کے مختلف قطعات ورباعیات پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ ''مخزن الاسرار'' کے جواب میں ایک مثنوی اور

دوسری مثنوی مولانا جامؔی کی ''شیریں خسرو'' کے جواب میں لکھی۔

عرؔفی کے کلام میں زور بیان کمال کا ہے، جس کی ابتداء نظامؔی نے کی تھی اس کو عرفی نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ زور کلام کے ساتھ ساتھ تسلسل بھی اس کی شاعری کا خاصہ ہے۔ تسلسل کا ہونا تب نہایت ضروری ہوتا ہے جب شاعر قصیدہ کہہ رہا ہو۔ مضمون آفرینی اور نازک خیالی تو جیسے اس کے کلام میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اسے عرؔفی کی چابکدستی ہی کہیں گے کہ عشقیہ جذبات کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ تصوف کی چاشنی بھی کلام میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

غرض کہ عرؔفی بلبل شیراز کی حیثیت رکھتا ہے جو اپنے کمالات شاعری سے فارسی ادب کے گلشن میں ہمیشہ نغمہ سرا رہے گا۔ وہ واقعی ایک پختہ گو، قادرالکلام شاعر ہے جس کی شاعری کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔

تصوف میں ایک رسالہ ''نفسیہ'' بھی عرؔفی سے منسوب ہے۔

از نقش ونگار درودیوار شکستہ
آثار پدیداست صنادید عجم را

☆☆☆

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

عرفی	چُنان	بردند	صفوی
نیست	قصیدہ	حیثیت	غزلیات
رباعیات	مخزن الاسرار	دارالحکومت	وضع قطع

سوالات :

سوال۔۱ عرفؔی کا پورا نام لکھیے؟

سوال۔۲ عرفؔی کے والد کا نام کیا تھا؟

سوال۔۳ عرفؔی کہاں پیدا ہوا؟

سوال۔۴ عرفؔی کا انتقال کس عمر میں ہوا؟

سوال۔۵ عرفؔی کے کلام پر نوٹ لکھیے؟

☆☆☆

UNIT - II

حصّہ نثر

Unit - II (i)

انتخاب از ''نامۂ خسروان''

''نامۂ خسروان''

''نامۂ خسروان'' : اس کے مصنف جلال پور فتح علی شاہ قاچار ہیں۔اس کتاب میں ایرانی بادشاہوں کی داستانیں فارسی زبان میں لکھی ہیں جو آبادیان قبیلہ سے ساسانیان قبیلے تک کی داستانیں ہیں جو لوگوں کے لئے سود مند اور بچوں کے لئے نصیحت آمیز ہیں۔پوری کتاب اخلاقیات پر مبنی ہے۔کتاب کی زبان سلیس اور آسان ہے۔چھوٹے چھوٹے جملوں میں پند و نصائح کی باتیں تحریر کی گئی ہیں۔

''نامۂ خسروان'' ایران کے بادشاہوں کی ایک قدیم مشہور داستان ہے۔اس کی عبارت بڑی صاف، سادہ اور آسان زبان میں ہے۔پند و نصیحت اور اخلاقیات کی تعلیم ان داستانوں سے ملتی ہے جو اُس دور اور موجودہ دور کے لئے ضروری اور مفید ہے۔

☆☆

حکایت (ا)

پندو نصیحت

”بنام بخشندۂ مہربان“

در ہنگامۂ مرگ از سکندر پُرسیدند۔ درین زندگانی اَندک چگونہ جہان زیرِ دست کردی؟
گفت با دو کار، نخست آن کہ دشمنان را نا چار کردم کہ دوست من شوند، دوّم دوستانم را
نہ گذاردم کہ دشمن گردند۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
بخشندہ	بخشنے والا
مہربان	مہربانی
در	میں، درمیان
ہنگام	وقت
چگونہ	کس طرح
جہان	دنیا
زیر	نیچے

مرگ	موت
کار	کام
دست	ہاتھ
از	سے
نخست	اوّل
سکندر	مقدونیہ کا مشہور بادشاہ جو دارا اور پورس سے لڑا تھا
ناچار	مجبور
آن	وہ
اندک	کم، تھوڑا
من	میں
دوم	دوسرا
را	کو

ترجمہ : پندونصیحت (کہانی ۔ ا)

شروع کرتا ہوں بخشنے والے مہربان کے نام سے (فارسی زبان میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ لکھا جاتا ہے)

موت کے وقت لوگوں نے سکندر سے پوچھا۔اس کم (یعنی تھوڑی) سی زندگی میں تو نے کیوں کر دنیا کو ہاتھ کے نیچے (یعنی اپنے قبضے میں) کیا۔اس نے جواب دیا۔دو کام (یعنی دو وجہ سے) کے ساتھ پہلا وہ کہ دشمنوں کو میں نے مجبور کیا کہ وہ میرے دوست ہو جائیں۔دوسرا یہ کہ میں نے اپنے دوستوں کو نہ چھوڑا کہ وہ دشمن ہو جائیں۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

بوسیدن	اندک	نخست	بخشندہ	مہربان

سوالات :

سوال۔۱ مرتے وقت لوگوں نے سکندر سے کیا سوال کیا؟

سوال۔۲ اس حکایت سے کیا سبق ملتا ہے؟

☆

پندونصیحت ۔ حکایت (۲)

دو چیز است کہ فراموش نہ باید کرد۔ یکی خدا دوّم مرگ۔ دو چیز است کہ آن از یاد باید بُرد یکی نیکی کہ بکسی کنی۔ دوّم بدی کہ کسی بہ تو کند۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دو	دو (۲)	دوّم	دوسرا
است	ہے	مرگ	موت
فراموش	بھولنا	نیکی	بھلائی
نہ	نہیں	کسی	کوئی شخص
باید	چاہیئے	بدی	برائی
یکی	ایک،اوّل	تو	تو
خدا	اللہ تعالیٰ	از	سے

ترجمہ ۔ پندونصیحت کہانی (۲)

دو چیزوں (یعنی دو باتوں) کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے ایک تو اللہ اور دوسری موت۔
دو چیزیں (یعنی دو باتوں) کو بھلا دینا چاہیئے اوّل وہ بھلائی، نیکی جو تم نے کسی

دوسرے شخص کے ساتھ کی ہو اور دوسرے یہ کہ وہ برائی جو کسی دوسرے شخص نے تیرے ساتھ کی ہو۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں :

است	باید	مرگ	چیز
نیکی	بدی	آن	فراموش

سوالات :

سوال۔۱ کون سی دو (۲) چیزوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے؟

سوال۔۲ کون سی دو (۲) چیزوں کو بھلا دینا چاہیے؟

☆

حکایت ۔۳

پندونصیحت

ہرکس بہ کنگاش کارکند ہموار آسودہ است۔ با دوستان دوستی نکواست۔ و بزرگ آن
است کہ با دشمنان نیز نکوکاری کند ہرکس کہ بہ برادران دشمنی کند سزاوارِ برادری نیست۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
کس	شخص
کنگاش	مشورہ،صلاح
نِکو	اچھائی،بھلائی
بزرگ	بڑا
ہموار	ہمیشہ
برادران	برادر کی جمع،بھائی
آسودہ	آرام،مطمئن
سزاوار	لائق

با	ساتھ
نیست	نہیں ہے
برادری	بھائی چارہ

ترجمہ ۔ پندونصیحت کہانی ۔۳

جو شخص صلاح مشورہ سے کام کرے وہ ہمیشہ آرام سے رہتا ہے۔ دوستوں کے ساتھ دوستی و بھلائی اور نیکی اچھی بات ہے اور بڑا وہ ہے جو دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کا سلوک کرے۔ جو شخص بھائیوں کے ساتھ دشمنی کرے وہ بھائی کہلانے کے لائق نہیں ہے۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں؟

کِنگاش	ہموار	آسودہ	بزرگ	برادران	نِکو

سوالات :

سوال ۔۱ دشمنوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرنا چاہیئے؟

سوال ۔۲ جو اپنے بھائیوں سے دشمنی رکھے وہ کس کے لائق نہیں ہے؟

☆

سوانح قاآنی

میرزا حبیب اللہ شیرازی متخلص بہ قاآنی ۲۹ شعبان ۱۲۲۳ھ کو شیراز میں پیدا ہوا۔

اس کے والد میرزا محمد علی گلشنؔ تھے جو شیراز ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ گلشنؔ بھی شعر کہتے تھے اور قافیہ پردازی میں مشہور تھے۔

قاآنی ۷ سال کی عمر میں ابتدئی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مکتب گئے اور جب گیارہ سال کے ہوئے تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ والد کے انتقال کے بعد قاآنی کے اہلِ خاندان پر فقر وتنگدستی کی حکومت ہوگئی۔

قاآنی نے چند سالوں تک اصفہان میں بھی علوم ریاضی ومعارفت اسلامی کی تعلیم حاصل کی۔ پھر شیراز آکر دیوان خاقانی اور انوریؔ کے دواوین کی شرح اور فن عروض کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں تک کہ ۱۲۳۹ھ میں شاہزادہ حسن علی میرزا شجاع السلطنت، فرزند فتح علی شیراز آیا اور قاآنی کی تربیت اپنے ذمہ لیتے ہوئے اس کے ساتھ لطف ومہربانی کا مظاہرہ کیا۔

اسی سال کے اخیر میں شاہزادہ حسن علی میرزا اپنے والد کی طرف سے خراسان کا حاکم مقرر ہوا اور قاآنی کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ یہ مشہد میں اسی شاہزادہ کی تربیت وحمایت میں

علوم ریاضی وحساب میں بہرہ ور ہوا، نیز اسی شاہزادہ کی محبت اور رغبت میں ''قاآنی'' تخلص اختیار کیا۔

قاآنی خراسان میں قیام کے دوران شعر وشاعری کی جانب راغب ہوا اور خوب ترقی کی یہاں تک کہ وہ شاہانہ انعامات وکرامات کے باعث کافی مالدار ہو گیا۔

اس کے بعد قدیم استاد شاعروں کے دواوین کی جمع آوری پر اس نے سارے روپئے صرف کئے اور بے شمار ادبی، غیر ادبی کتابیں س نے جمع کیں اور تعلیم میں مشغول ہوا۔

اس طرح قاآنی ایک مدت تک فرماں روائے خراسان، حسن علی خان کی خدمت میں رہا اور جب ۱۲۴۲ھ میں یزدو کرمان کی حکومت شاہزدہ مذکور کو تفویض ہوئی تو وہ خراسانی لشکروں کے ساتھ جو اس کی ملازمت میں تھے، وہاں گیا، قاآنی بھی اس کے ساتھ گیا لیکن وہاں سے کب واپس ہوا اس کی تاریخ نہیں ملتی اور کن کن سالوں میں رشت، گیلان، مازندران اور آذربائیجان کا سفر کیا ان جگہوں کے مروجہ علوم سے بہرہ ور ہوا۔ ایسا لگتا ہے کہ ۱۲۴۶ھ میں جب شجاع السلطنت حکومت کی اجازت کے بغیر کرمان سے یزد گیا اور شاہزادہ عباس میرزا نے بادشاہ کے حکم کے مطابق اسے تہران بھیجا تو قاآنی بھی اس کے ہمراہ تھا اور اسی زمانے میں اس نے فتح علی شاہ کے دربار میں رسائی حاصل کی تھی اور اس کے انعام واکرام سے سرفراز ہوا تھا۔

بہر حال ۱۲۴۸ھ میں جب نائب السلطنت شاہزادہ عباس میرزا سالور ترکمانوں کی سرکوبی کے بعد قلعہ سرخس پر قابض ہوا تو قاآنی دوبارہ مشہد گیا اور اسی سال فصل زمستان میں جب ''بھوک کی شدت سے تمام دینداروں نے دنیا کے پیچھے دین کو ترک کر دیا، یہ حلال رزق کے حصول کے بعد حسب حال گوشہ گیر ہو گیا۔

۱۲۵۱ھ میں جب محمد شاہ تخت شاہی پر بیٹھا تو قاآنی تہران آیا اور درباری شاعروں کی صف میں داخل ہوا اور شاہ کی جانب سے ''حسان العجم'' کا لقب پایا۔ ۱۲۵۴ھ میں جب شاہ قندھار اور غوریوں کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا قاآنی بھی ہمرکاب تھا۔

قاآنی نے ۱۲۵۶ھ میں جب وہ ۳۴ سال کا تھا، تہران میں شادی کی لیکن ''یار ش مارشد'' اور وہ قاآنی کی نگاہ سے گر گئی۔ پھر قاآنی نے دوسری شادی کی لیکن یہ بھی بے وفا نکلی اور انجام کار ان دونوں بے وفا عورتوں نے قاآنی کی زندگی تباہ و برباد کر دی۔

۱۲۵۹ھ میں ایک طویل مدت کے بعد قاآنی اپنے وطن شیراز گیا اور اپنے دیرینہ دوستوں سے تجدید آشنائی کی، کچھ دنوں وہاں قیام کرنے کے بعد پھر تہران لوٹ آیا اور پھر شیراز گیا۔ ہم شہریوں نے اس کی کافی پذیرائی کی اور خصوصاً صاحب اختیار کی حکمرانی کے زمانے میں قاآنی کی زندگی نہایت آرام و آسائش میں گزری۔

لیکن رفتہ رفتہ شیراز کے ادیبوں کی ایک جماعت اس کو آزار پہنچانے لگی۔ صاحب اختیار کا بھی وہاں سے تبادلہ ہو گیا اور اس کی جگہ پر معتمد الدولہ منوچہر خان گرجی کی تقرری

ہوگئی جس کو شعر و ادب سے چنداں سروکار نہ تھا۔ اس کا رویہ بھی قاآنی کے ساتھ اچھا نہ تھا چنانچہ ان لوگوں سے تنگ ہوکر وہ پریشان حال ۱۲۶۲ھ میں تہران آیا۔

کچھ دنوں بعد ادب دوست اور دانشمند شاہزادہ علی قلی میرزا اعتضاد السلطنت سے آشنا ہوا اور اس کے انعام و اکرام سے سرفراز ہوا۔ اسی کے وسیلہ سے ناصر الدین شاہ کی ماں اور خود ناصر الدین شاہ سے بھی متعارف ہوا اور اس کے دربار کا رسمی شاعر ہوا۔ اس کے بعد قاآنی نے دائمی طور پر تہران میں سکونت اختیار کی اور اپنے افراد خاندان کو بھی وہیں بلالیا۔

۱۲۷۰ھ میں قاآنی مالی خولیا کے مرض میں مبتلا ہوا اور اسی سال ۵ شعبان چہار شنبہ کے روز راہی ملک بقا ہوا۔

قاآنی کا دیوان تہران، تبریز اور ہندوستان میں شائع ہوا ہے۔ قاآنی کی زندگی میں اس کے منتخب اشعار ہندوستان میں شائع ہو چکے تھے۔ اس کے بعد ہندوستان و ایران کے مختلف حصوں میں اس کا کامل دیوان شائع ہوا اور وہ اشعار جو لوگوں کے پاس ادھر ادھر تھے اس میں شامل کئے گئے۔ قاآنی کا دیوان پہلی مرتبہ ۱۲۷۴ھ میں اس کی وفات کے چار سال بعد تہران سے شائع ہوا۔ اس کی اشاعت قاچاریہ شہزادوں میں سے ایک جلال الدولہ کے تعاون سے ہوئی۔ یہ شاہزادہ خود علم دوست اور شاعر تھا۔ ''جلالؔ'' اس کا تخلص تھا۔

یہ نسخہ قاآنی کا کامل ترین دیوان ہے جس میں ۲۱ سے ۲۲ ہزار تک اشعار ہیں۔ اس

کے علاوہ بھی قاآنی کے بہت سارے اشعار ہیں جو جمع نہیں ہو سکے ہیں۔

قاآنی کا کوئی خاص سبک یا کوئی خاص مکتب ہر گز نہیں تھا، البتہ روانی و شیرینیٔ بیان میں ماہر تھا۔ ساتھ ہی اپنے معاصرین میں ممتاز تھا۔ ''شعر العجم'' میں شبلی نے لکھا ہے کہ

''شاعری او، شاعری تازہ نیست، بلکہ خواب فراموش شدۂ ہفت صد سالہ را گوئی بہ یاد آوردہ است''۔

تغزل اور تشبیب، وصف یار اور مناظر فطرت کے گوناگوں مضامین جسے قاآنی سے قبل فارسی زبان کے سیکڑوں شاعروں نے باندھا ہے اور اس کے بعد کے شاعروں نے بھی یہ عمل دہرایا ہے لیکن قاآنی کے یہاں اس عمل کا کچھ اور ہی مرتبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاآنی کے قصیدوں کو پڑھتے وقت قاری اسلاف شاعروں کو بھول جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قاآنی وہ پہلا شاعر ہے جس نے یہ زیبا اور رنگین شیوہ اختیار کیا ہے۔

قاآنی زبان کا نہایت غنی شاعر ہے، اسے لفظوں کے استعمال پر بے نظیر قدرت حاصل ہے۔ ہر کلمے کی ادائیگی پر وہ نہایت چیرہ دست معلوم ہوتا ہے اور اس عمل میں فارسی کا کوئی بھی شاعر اس کا ثانی نظر نہیں آتا۔ لیکن ان تمام خوبیوں اور شاعرانہ قدرت کے باوجود وصف وتشبیہ اور سخن سازی میں اس کے بیشتر قصائد مضمون کے اعتبار سے حقیر اور ناچیز ہیں۔ بہار کا قول ہے :

''قاآنی غث وسیمین زیاد دارد۔ شعر ہای خوب دارد و شعر ہای بسیار بد ہم

دارد''

یہاں تک کہ اس کے کلام میں عروض اور دستوری عیب کے ساتھ ساتھ تشبیہات و سبک کی کمزوری بھی پائی جاتی ہے اور کبھی کبھی قاآنی کی پرگوئی اس مقام تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کے کلمات کے طنطنے و طمطراق بھی اس عیب پر پردہ نہیں ڈال سکتے۔ جیسا کہ بہارؔ اسی مقالہ میں کہتا ہے :

''روی ہمرفتہ در شعر قاآنی بر معنی و خیالات سطحی بر تخیلات عالیہ و تصورات غلبہ دارد''

دوسری جگہ کہتا ہے کہ :

''او یکہ تاز میدان الفاظ است''۔

قاآنی فقط قصیدہ گو شاعر ہی نہیں بلکہ وہ ایک عظیم مسمط نگار بھی ہے۔ وہ منوچہریؔ کے مسمطوں کے قالب میں دل پذیر مضامین باندھتا ہے جو تقریباً سماعت پر گراں گذرنے والی چیز ہے۔ لیکن انہی مسمطوں کو جب تغزل کے ساتھ وہ اپنے قصیدوں کے درمیان لاتا ہے تو اس کی عظمت شاعری کو زندہ و پائندہ کر دیتے ہیں۔

قاآنی نے غزل گوئی میں سعدیؔ کی غزلوں کو اپنا پیشرو مانا ہے اور انہیں کی پیروی میں اس نے غزلیں لکھی ہیں، لیکن سعدیؔ کے پایہ کی نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ قاآنی خود اس نکتہ سے واقف تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس نے غزلوں کو فصل زمستان کی ایک سرد رات میں

آگ میں ڈال دیا تھا۔

قاآنی انعام واکرام کے لئے ہر کس و ناکس کی مدح کرتا ہے اور اپنے ممدوحوں میں فصیلت و بلند ہمتی نہیں ڈھونڈتا۔ اس کی نگاہ میں ایرانیوں اور ان کے درد و غم کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ساتھ ہی ایران کی تاریخ کے اہم واقعات مثلاً محمد شاہ کی ہرات پر بے فائدہ لشکر کشی، بابی فرقے کے تین افراد کی عباس میرزا پر تیراندازی وغیرہ کی بھی اس کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں۔

یہ ایک معروف قول کے مطابق یک طرفہ سکہ تھا۔ دوسری طرف قاآنی کے یہاں نیشدار اور زہرآگین ہجویہ اشعار بھی ملتے ہیں جس میں اس نے اپنی استادانہ مہارت کا استعمال کیا ہے۔ بدقسمتی سے درباری ہجویہ اشعار لوگوں پر حملہ اور اعتراض کی غرض سے کہے گئے ہیں اور اس کا لہجہ اس قدر سخت ہے کہ قاآنی کا شاعرانہ ہنر ابتذال کی حد تک چلا گیا ہے۔ ایک مشہور قصیدے میں جس کی ردیف ''ذ'' ہے اور جس میں اسماعیل کی بیوی کی داستان بیان کی گئی ہے اور وہ اشعار جو نظام العلماء کے بارے میں ہیں، قاآنی کے ہجویہ انداز پورے کمال پر ہے اور شاعری کی بے پرواز بان ایسی باتوں کا بھی کہہ ڈالتی ہے جو کہنے کے لائق نہیں ہیں۔

مجموعی طور پر قاآنی چاہے تشبیب کے اشعار ہوں یا غزل یا ہجویہ، رکیک سے رکیک الفاظ استعمال بھی نہایت بے پروائی سے کرتا ہے۔ عفت واخلاق کے خلاف میگساری و بد مستی کی محفلوں اور شاہد بازی وغیرہ کے واقعات کو نہایت فحش اور برملا بیان کرتا ہے اور غالباً

جنسی موضوعات، قاآنی کے کلام میں فطرت وطبیعت کے خلاف بیان ہوتے ہیں۔

قاآنی خودستائی اور خودستائش میں بھی حد سے زیادہ تجاوز کر جاتا ہے اور نالائق ترین وناسزاوارترین درباری لوگوں، حتیٰ کہ نوکروں تک کی مدح میں ان کی ایسی ایسی صفتیں بیان کرتا ہے جو ان سے متصف نہیں ہیں۔ان مبالغوں کے باوجود بھی وہ اپنے ممدوحوں کی چاپلوسی میں وفادار ثابت نہیں ہوتا ہے۔یعنی اس کے ممدوح میں سے کوئی اگر مسند حکومت وریاست سے اتر جاتا ہے تو قاآنی اسے پہچانتا نہیں ہے اور ایسے لوگوں کو جنہیں وہ کبھی ''قلب گیتی''، ''روح عالم''، ''انسان کامل''، ''خواجۂ دو جہان''، ''مظہر باری'' اور ''رسانندۂ فیض خالق بہ مخلوق'' وغیرہ کے القاب سے نوازتا تھا، نہایت بے رحمی سے انہیں ''ظالم شقی'' کہتا ہے۔

قاآنی اپنی مادری زبان کے علاوہ عربی، ترکی، فرانسیسی زبان پر بھی قدرت رکھتا تھا لیکن قاآنی کی فرانسیسی زبان پر مہارت مبالغہ سے خالی نہیں معلوم ہوتا۔اس لئے کہ وہ کبھی فرنگ نہ گیا اور باضابطہ طور پر اس کی تحصیل نہیں کی اور جتنی مہارت کا اس نے دعویٰ کیا ہے اتنی مہارت اس نے حاصل نہیں کی تھی۔۱۲۵۱ھ کے بعد قاچاریہ شہزادوں کے ساتھ جن کی خارجی زبان سیکھنے کے لئے خارجی معلموں کا انتظام کیا گیا تھا، قاآنی نے فرانسیسی زبان سیکھی۔

قاآنی نے ۳ سال کی مدت میں یعنی ۱۲۵۹ھ تا ۱۲۶۲ھ کے درمیان جب تہران میں تھا، اپنے قول کے مطابق ۳۔۴ ماہ تک انگریزی زبان کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔غالباً

قاآنی فرانسیسی اورانگریزی زبان سے اسی مختصرآشنائی کے باعث چاہتا تھا کہ اپنے طرزِ تفکر میں تغیر لائے۔

قاآنی نے اسلاف شاعروں کے خلاف اپنے اشعار میں عمیق فلسفی، عرفانی معانی و مضامین کا استعمال کم کیا۔ بیشتر فطرت اور زندگی سے سروکار رکھتا ہے۔ مثلاً اس کا ایک مختصر قطعہ جس میں ایک بوڑھے اور ایک بچے کے درمیان گفتگو ہے، ہزل امیر ہے۔ اس قطعہ کی خوبی یہ ہے کہ دونوں (پیرو طفل) کندزبان ہیں، ان شیرین کاری کے نمونے قدیم شاعروں میں کم ملتے ہیں۔ لہٰذا قاآنی کو اس سبک کا موجد کہنا چاہئے۔ قاآنی کے ایسے اشعار بہت نادر ہیں۔

قاآنی کی ایک نثری تصنیف ''پریشان'' بھی ہے جو سعدی کی کتاب ''گلستان'' کی پیروی میں لکھی گئی ہے۔ مطالب کے بیان میں رکاکت اور پردہ دری نے اس کتاب کے نثری اثر کو ضائع کر دیا ہے اور قدر و اعتبار کی نگاہ سے بالکل گر دیا ہے۔ ''پریشان'' جو محمد شاہ قاچارک فرمائش پر لکھی گئی اور ۲۰ رجب ۱۲۵۲ھ میں مکمل ہوئی، چھوٹی بڑی ۱۲۱ حکایتوں پر مشتمل ہے اور بقول مؤلف ''جد و ہزلی چند درہم ریختہ و برخی نظم و نثر بہ ہم آمیختہ''۔ اس کتاب کا عمومی لحن تعلیم ہے۔ مؤلف کا ارادہ یہ تھا کہ ان تمام حکایتوں کے وسیلہ سے درس اخلاق کو عام کرے لیکن مؤلف اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔

☆☆☆

(ii) (الف) انتخاب از کُلّیاتِ قاآنی

حکایت۔۶

وقتی حُسُودی کہ لب بملامتِ مَن کُشودہ بود یکی از دوستان جانی بر آن عالم وقوف داد۔ چون آن سخنان شنفتم لختی برآشفتم۔ باز با خود گفتم کہ حَبیبا! آنچہ حسودان گفتہ اند اگر درتست ترک کُن و اگر درایشان است ترا چہ فتادہ کہ تبرّا کنی۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
دوست کی جمع	دوستان	حاسد کی جمع	حُسود
آ گاہی، واقفیت	وقوف	ہونٹ	لب
میں نے سنا	شنفتم	بُرائی	ملامت
کھولنا	کُشُودن	میں	من
بیزاری، برا	تبرّا	اے دوست	حبیبا

☆

ترجمہ : کہانی ۔۴

کسی دن ایک حسد کرنے والے نے میری برائی کے لئے لب کھولے (یعنی منہ کھولا) تھے۔ میرے جانی دوستوں (قریبی دوست) میں سے ایک نے اس کی خبر مجھے دی۔ جب وہ باتیں میں نے سنی، تھوڑا سا پریشان ہوا۔ پھر میں نے اپنے آپ سے کہا۔ اے دوست! جو کچھ حاسدوں (جلنے والوں) نے کہا ہے اگر وہ تجھ میں ہے تو چھوڑ دے اور اگر ان لوگوں میں ہے تو تجھے کیا پڑی ہے کہ تو لعن طعن (بُرا) کہے۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

حاسد	ملامت	وقوف	کُشُودن
حیبا	آگاہی	تبرّا	شنفتم

سوالات :

سوال۔ا حاسدوں سے کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے؟

سوال۔۲ اس کہانی سے کیا سبق ملتا ہے؟

☆

(ب) انتخاب از پندِ لقمان

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ : یعنی ہم نے لقمان کو حِکمت عطا کی۔

حضرت لقمان کا ذکر قرآن شریف کے اکیسویں پارے میں ہے۔ایک پوری سورت ہی ان کے نام سے (سورۃ لقمان) ہے۔ان کی بعض وعظ و نصیحتوں کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔آپ حکیم لقمان کے نام سے دنیا میں مشہور ہیں۔۔بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ نبی تھے۔آپ کا صحیفۂ حکمت عرب میں مشہور تھا۔شاید آپ افریقہ کے رہنے والے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ عطا کیا اور نوازا تھا۔آپ کا زمانہ تقریباً ۳۰۰۰ سال قبل مسیحؑ ہے۔لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحتیں کی تھیں ان کو ''پند لقمان'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس کی زبان صاف و سلیس اور سادہ ہے۔چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑی بڑی نصیحتیں اس میں کی گئی ہیں جو موجودہ دور میں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

☆

پندِ لقمان

ای جانِ پدر! خدارابشناس۔ ہرچہ از پند ونصیحت گوئی نخست برآن کارکن۔ سخن بہ اندازۂ خویش گوئی۔ قدرِ مردُم بدان۔ حق ہمہ کس رابشناس۔ رازِ خودنگاہ دار۔ یارراوقتِ سختی بیازما۔ دوست رابسودوزیان امتحان کُن۔ ازمردُم ابلہ ونادان بگُریز۔ دوستِ زیرک ودانا گزین۔ درکارِ خیر جدّ و جہد نمائی۔ سخن بہ حجت مگوئی۔ یاران و دوستان را عزیز دار۔ بادوست ودشمن ابروکشادہ دار۔ مادرو پدرراغنیمت دان۔ استادرابہترین پدرشُمُر۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
جانِ پدر	باپ کی جان (یعنی بیٹا)	زیرک	دانا، سمجھدار
پدر	باپ	نخست	اوّل، پہلا
خیر	بھلا، بھلائی	دوستان	دوست کی جمع
راز	بھید	گزین	اختیار کر
را	کو	نگہدار	محفوظ رکھ
جدوجہد	کوشش	با	ساتھ

سود	نفع، فائدہ	حجّت	دلیل
و	اور	امتحان	آزمانا، پرکھنا
مادر	ماں	ابرو	بھوں ن
ابلہ	بےوقوف	یاران	یار کی جمع
شُمُر	شمار کر، گن	نادان	احمق
کشادہ	کھلا ہوا، کھلی ہوئی		

ترجمہ : لقمان کی نصیحت

اے باپ کی جان! (یعنی میرے بیٹے) اللہ تعالیٰ کو پہچان۔ جو کچھ وعظ ونصیحت تو بیان کرے (یعنی کہے) پہلے خود اس پر عمل کر۔ بات کو اپنے مرتبے کے مطابق بیان کر (یعنی کہہ) لوگوں کے مرتبے کو پہچان اور تمام آدمیوں کے حق کو پہچان۔ اپنے راز (بھید) کا خیال رکھ۔ دوست کو تکلیف کے وقت آزماؤ۔ دوست کو نفع ونقصان میں پرکھو (یعنی جانچو) بےوقوف اور نادان (نہ جاننے والے) لوگوں سے دور رہ (یعنی ان لوگوں سے بھاگ)۔ عقلمند اور دانا (جاننے والا) دوست کا انتخاب کرو۔ نیکی کے کام میں کوشش اور محنت کرو۔ بات چیت میں بحث (دلیل) مت کرو۔ مددگار اور دوستوں کو عزیز رکھ (یعنی پیارا) دوست اور دشمن کے ساتھ ابرو کشادہ رکھو (یعنی ان سے فراخ دلی اور خندہ پیشانی سے پیش آؤ) ماں اور باپ کی قدر کرو (یعنی ان کی قدر کو جان) اور استاد کو بہترین باپ شمار کر۔

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ کولکھ کر مشق کریں۔

پدر	نصیحت	نخست	اندازہ	مردم
سختی	امتحان	ابلہ	نادان	زیرک
جدّ وجہد	حجّت	غنیمت	وعظ	صحیفہ

سوالات :

سوال۔۱ اس سبق سے کیا نصیحت ملتی ہے؟ مختصر بیان کریں۔

سوال۔۲ وعظ و نصیحت کرنے سے پہلے کیا کرنا چاہیئے؟

☆

(iii) انتخاب از غنچۂ فارسی

اس کتاب کو ڈاکٹر حافظ عبدالعلیم خاں ایم۔اے۔ پی۔ایچ۔ڈی۔ ریڈر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے مرتب کیا ہے۔اس میں سے کچھ اقوال زرّین اور حکایتیں منتخب کی گئی ہیں جو مختلف جگہوں سے مرتب نے اخذ کی ہیں۔

پہلی ''دانش'' اور دوسری حکایت ''سکندر اور حاضرین مجلس'' تیسری حکایت ''طوطی'' اور چوتھی ''بادشاہ ظالم''۔ان اقوال زرّین اور حکایتوں میں عقل و دانش، اخلاقیات، پندونصائح کا بیان صاف اور سلیس زبان اور آسان عبارت میں کیا گیا ہے جس کی موجودہ دور میں بہت اہمیت اور ضرورت ہے۔ یہ ایسی حکایتیں ہیں جو سبق آموز ہیں اور زندگی میں ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆

حکایت ۔ ۵ (دانش)

شرف و بزرگی بفضل وادب است نہ بہ اصل ونسل حکماء پارس گفتہ اند بہترین ہمہ چیز ہا دانش است وآن کس کہ او بہ زیور علم آراستہ نیست از دایرۂ انسانیت بیرون باشد۔

نوشیروان عادل گفتہ است سرّ ہمہ نیکی ہا دانش است وشرف و بزرگی از دانش باشد۔ونیک آن کس بود کہ یارِاُو دانا باشد۔

منوچہر گفتہ دانش چون چراغِ روشن است اگر چہ بسیار چراغ ہا ازان فروزند، ہیچ نور از وکم نہ شود، چینیان گفتہ اند دانش آرایش دین و دنیا است و ہمہ چیز ہا چون بسیار شود خوار وارزان گردد مگر دانش کہ ہر چند بیشتر شود عزیز شود۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شرف	بزرگی	فراست	دانائی (عقل)
باشد	ہوگا	است	ہے
کس	شخص	سرّ	راز
حکماء	حکیم کی جمع (حکمت والا)	عادل	انصاف کرنے والا

نوشیروان	ایران کا ایک عادل بادشاہ	پارس	ایران
آن	وہ	بُود	تھا
ہمہ	تمام،سب	نیست	نہیں ہے
دانا	عقلمند	دانش	عقل
بیرون	باہر	بسیار	بہت
منوچہر	مشہور ایرانی بادشاہ	ہیچ	کچھ،کوئی
فروزند	روشن ہوتے ہیں	نور	روشنی
شود	ہوتا ہے،ہوتی ہے	ارزان	سستا
بیشتر	اکثر	آراستہ	سنوارا ہوا

ترجمہ : کہانی ۔ا (عقل)

عزت اور بزرگی علم وادب سے ہوتی ہے نہ کہ خاندان اور نسب سے۔ایران کے علقمندوں نے کہا ہے کہ سب سے اچھی چیز عقل ہے اور وہ شخص جس کی شخصیت علم کے زیور سے آراستہ نہیں ہے وہ انسانیت سے باہر ہوگا۔

نوشیروانِ عادل نے کہا ہے کہ تمام نیکیوں کا راز عقل ہے۔بڑائی اور بزرگی عقل سے ہوتی ہے۔وہ شخص بھلا ہے جس کا دوست عقلمند ہو۔

منوچہر نے کہا ہے کہ عقل روشن چراغ کی طرح ہے اگرچہ اس سے بہت سے چراغ روشن ہوتے ہیں لیکن اس کی روشنی کم نہیں ہوتی ہے۔

ملک چین کے رہنے والوں نے کہا ہے کہ عقل دین و دنیا کی سجاوٹ ہے اور چیزیں جب زیادہ ہوتی ہیں تو ان کی قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے مگر عقل کہ جتنی زیادہ ہوتی ہے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

شرف	فضل	حکماء	پارس
دانش	بیرون	زیور	عادل
منوچہر	سرّ	ہیچ	آرائش
ارزان	بیشتر	عزیز	بزرگی

سوالات :

سوال۔۱ مندرجہ بالا اقوال سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

سوال۔۲ ایران کے حکماء نے عقل کی کیا تعریف بیان کی ہے؟

سوال۔۳ نوشیروان نے دانش کے بارے میں کیا کہا ہے؟

سوال۔۴ منوچہر نے عقل کے بارے میں کیا کہا ہے؟

☆

حکایت ـ ۲۵

سکندر و حاضرین مجلس

روزی سکندر بہ حاضرین مجلس گفت کہ گاہی کسی را محروم نہ کردم، ہر کس ہر چہ از من خواست بخشیدم شخصی آن وقت عرض کرد کہ خداوندا مرا یک درہم در کار است بہ بخش، سکندر فرمود کہ از پادشاہان چیزی محقّر خواستن بی ادبی است، آن شخص گفت کہ اگر پادشاہ را از یک درہم دادن شرم آید ملکی مرا بہ بخش سکندر گفت اول سوال کردی کم از مرتبۂ من و دیگر سوال کردی زیاد از مرتبۂ خود، ہر دو سوال بی جا کردی، آن شخص لا جواب و شرمندہ گردید۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سکندر	مشہور بادشاہ	من	میں
از	سے	مجلس	محفل
روزی	ایک دن	خواست	چاہا
با	ساتھ	گفت	کہا
شخصی	ایک شخص	گاہی	کبھی

کسی	کوئی شخص	مرا	مجھ کو
را	کو	محروم	جس کو کچھ نہ ملے
درہم	سکّہ	درکار	ضرورت
پادشاہ	بادشاہ	محقّر	حقیر
خواستن	چاہنا	بخشد	بخشے
زیاد	زیادہ	بی جا	بے ضرورت

ترجمہ : کہانی ۔۲۵ سکندر اور حاضرینِ مجلس

ایک دن سکندر نے مجلس کے لوگوں سے کہا کہ میں نے کبھی کسی کو محروم نہیں کیا ہے۔ جس شخص نے مجھ سے جو چاہا میں نے اس کو دے دیا۔اس وقت ایک شخص نے عرض کیا کہ اے بادشاہ! مجھ کو ایک درہم کی ضرورت ہے بخش دیجئے۔سکندر نے فرمایا کہ بادشاہوں سے حقیر چیزوں کا مانگنا بے ادبی ہے۔اس شخص نے کہا کہ اگر بادشاہ کو ایک درہم دینے میں شرم آتی ہے تو ملک مجھے بخش دے۔سکندر نے فرمایا۔پہلا سوال جو تو نے کیا میرے مرتبے سے کم ہے اور دوسرا سوال جو تو نے کیا تیرے مرتبے سے زیادہ ہے۔تو نے دونوں سوال بے کار کئے ہیں۔وہ شخص لاجواب اور شرمندہ ہوگیا۔

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ کولکھ کرمشق کریں۔

سکندر	حاضرین	مجلس	گفت	محروم	گاہی
عرض	خداوند	درہم	فرمود	پادشاہان	محقّر
خواستن	شرم	سوال	مرتبہ	بی جا	شرمندہ

سوالات :

سوال۔۱ سکندر نے حاضرینِ مجلس سے کیا کہا ؟

سوال۔۲ بادشاہوں سے کیا مانگنا چاہیئے ؟

سوال۔۳ اس حکایت سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

☆

حکایت ۔۲۹ (طوطی)

شخصی یک طوطی پرورد، او را زبان فارسی آموخت، طوطی در جواب ہر شخص می گفت ''دراین چہ شک''۔ روزی آن شخص طوطی را در بازار برای فروختن بُرد، وصد روپیہ قیمت آن اظہار کرد، مُغلی از طوطی پرسید کہ لائقِ صد روپیہ ہستی، گفت ''دراین چہ شک''، مغل خوشنود شد وطوطی را خرید و بخانۂ خود بُرد۔ ہر سخن کہ بہ طوطی می گفت جواب آن ''دراین چہ شک'' یافت، در دلِ خود شرمندہ و پشیمان گردید و گفت حماقت کردم کہ چنین طوطی خریدم گفت ''دراین چہ شک''، مغل را تبسّم آمد و طوطی را آزاد کرد۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شخصی	ایک شخص	پرسید	پوچھا
یک	ایک	گفت	کہا
پرورد	پالا، پالی	خوشنود	خوش
آموخت	سکھایا	خانہ	گھر
سخن	بات	دراین چہ شک	اس میں کیا شک

یافت	پایا	روزی	ایک دن
در	میں	برای	واسطے
خود	اپنا	فروختن	بیچنا
حماقت	بےوقوفی	صد	سو
تبسّم	مسکراہٹ	مغلی	ایک مغل
آمد	آیا	آزاد	رہا

ترجمہ : کہانی۔ ۲۹ (طوطی)

ایک شخص نے ایک طوطی پالی اور اس کو فارسی زبان سکھائی۔طوطی ہر شخص کے جواب میں کہتی ''اس میں کیا شک''ایک دن وہ شخص طوطی کو بیچنے کے لئے بازار میں لے گیا اور اس کی قیمت سوروپیہ بتائی۔ایک مغل نے طوطی سے پوچھا کہ تو سوروپیہ کے لائق ہے۔اس نے کہا،اس میں کیا شک ہے۔مغل خوش ہوا اور طوطی کو خرید کر اپنے گھر لے آیا۔ ہر بات کہ جو وہ طوطی سے کرتا اس کا جواب (دراین چہ شک) اس میں کیا شک پاتا۔اپنے دل میں وہ شرمندہ اور پشیمان ہوا اور کہا کہ میں نے اس طرح کی طوطی خرید کر بےوقوفی کی ہے۔طوطی نے کہا کہ اس میں کیا شک۔مغل کو ہنسی آگئی اور طوطی کو آزاد کر دیا۔

☆

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ کولکھ کرمشق کریں۔

طوطی	پرورد	آموخت	فروختن	برای
صد	قیمت	اظہار	لایق	مغل
خوشنود	سخن	یافت	شرمندہ	پشیمان
حماقت	چنین	تبسّم	آزاد	صدروپیہ

سوالات :

سوال۔۱ طوطی کے مالک نے اس کوکون سی زبان سکھائی ؟

سوال۔۲ مغل نے کیا حماقت کی ؟

سوال۔۳ طوطی ہر چیز کے جواب میں کیا کہتی تھی؟

سوال۔۴ مغل کوہنسی کیوں آئی ؟

☆

حکایت ۔۳۰

(پادشاہ ظالم)

روزی بادشاہِ ظالم تنہا از شہر بیرون رفت، شخصی را زیرِ درختی نشستہ دید۔ پرسید کہ پادشاہِ این ملک چگونہ است ظالم یا عادل، گفت بسیار ظالم است، بادشاہ گفت مرا می شناسی گفت نہ۔ بادشاہ گفت من سلطانِ این مملکت۔ آن مرد ترسید و پرسید، مرا می دانی پادشاہ گفت نہ، گفت پسرِ صالح سوداگرم ہر ماہ، سہ روز دیوانہ می شوم، امروز یکی از ان سہ روز است پادشاہ بہ خندید واورا ہیچ نہ گفت۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
روزی	ایک دن	تنہا	اکیلا
پادشاہ	بادشاہ	بیرون	باہر
ظالم	ظلم کرنے والا	زیر	نیچے
نشستہ	بیٹھا ہوا	دید	دیکھا

پرسید	پوچھا	چگونہ	کس طرح
عادل	انصاف کرنے والا	بسیار	بہت
منم	میں ہوں	سلطان	بادشاہ
مملکت	سلطنت	ترسید	ڈرا
پسر	لڑکا/ بیٹا	ماہ	مہینہ
سہ	تین	خندید	ہنسا

ترجمہ : کہانی ۔ ۳۰

(ظالم بادشاہ)

ایک دن ظلم کرنے والا بادشاہ اکیلا شہر کے باہر گیا۔ایک شخص کو درخت کے نیچے بیٹھا دیکھا اور پوچھا کہ اس ملک کا بادشاہ کس طرح ہے؟ ظلم کرنے والا ہے یا انصاف کرنے والا۔اس شخص نے کہا ’بہت ظلم کرنے والا ہے‘۔بادشاہ نے فرمایا۔تو مجھے جانتا ہے اس نے کہا نہیں۔بادشاہ نے فرمایا میں اس سلطنت کا بادشاہ ہوں۔وہ شخص ڈرا اور اس نے پوچھا ’آپ مجھے جانتے ہیں‘ بادشاہ نے کہا، ’نہیں‘۔اس نے کہا میں صالح سوداگر کا بیٹا ہوں۔ ہر مہینے تین دن دیوانہ ہو جاتا ہوں اور آج انہیں تین دنوں میں سے ایک دن ہے۔بادشاہ ہنسا اور اس نے کچھ نہ کہا۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

ظالم	تنہا	بیرون	رفت	نشستہ	زیر
ملک	چگونہ	بسیار	سلطان	مملکت	مرد
صالح	پسر	ماہ	دیوانہ	خندید	ہیچ

سوالات :

سوال۔۱ بادشاہ نے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے شخص سے کیا پوچھا؟

سوال۔۲ سوداگر کے بیٹے نے کیا جواب دیا؟

سوال۔۳ درخت کے نیچے کون بیٹھا ہوا تھا؟

سوال۔۴ بادشاہ کو ہنسی کیوں آئی؟

☆

انتخاب از کتاب اوّل

(iv) (الف) دبستانِ وزارت فرہنگِ ایران

جدید فارسی سیکھنے سکھانے کے لئے ''دبستانِ فرہنگ وزارتِ ایران'' نے ایک کورس مرتب کیا ہے۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ فارسی زبان کے طلبہ وطالبات بھی جدید فارسی سے آشنا ہوں۔اسی کو مدّنظر رکھتے ہوئے کچھ اسباق جو نصیحت آمیز اور صاف و سلیس بھی ہیں، ان کا انتخاب کتاب اوّل از دبستان وزارت فرہنگ ایران سے کیا جا رہا ہے۔اس میں چھوٹے چھوٹے جملوں کا استعمال کیا گیا ہے تا کہ طلبہ وطالبات جدید فارسی کو بہ آسانی سیکھ سکیں اور سمجھ سکیں۔

☆

(۱) دوستانِ آذر ودارا

آذر یک دوست خیلی خوب دارد۔اسم او ژاله است۔دارا ہم یک دوست خیلی خوب دارد۔اسم او بیژن است۔یک روز ژاله و بیژن به دیدن آذر ودارا آمدند۔ژاله برای آذر یک خرگوشِ کوچک آورده بود۔بیژن ہم برای دارا یک جوجہ آورده بود۔آذر ودارا خیلی ذوق کردند از مادرشان خواہش کردند کہ بہ آنہا چائی و شیرینی بدہد۔مادر چائی حاضر کرد۔ چائی کہ حاضر شد با شیرینی خوردند۔بعد از آن ژاله و بیژن خداحافظی کردند و رفتند۔

☆

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خیلی	بہت	خوب	اچھا
است	ہے	کوچک	چھوٹا
دیدن	دیکھنا	بود	تھا
ہم	بھی	جوجہ	مرغی کا چوزہ
مادر	ماں	شیرینی	مٹھائی

ترجمہ : (دوستان آذر و دارا)

آذر ایک بہت اچھا دوست رکھتا ہے۔اس کا نام ژالہ ہے۔دارا بھی ایک بہت اچھا دوست رکھتا ہےاس کا نام بیژن ہے۔ایک دن ژالہ و بیژن،آذر اور دارا کو دیکھنے کے لئے آئے۔(ملاقات کے لئے آئے) ژالہ آذر کے لئے ایک چھوٹا خرگوش لائی تھی۔بیژن بھی دارا کے لئے ایک مرغی کا چوزہ لایا تھا۔آذر اور دارا نے اس کو بہت پسند کیا۔یعنی بہت خوش ہوئے۔انہوں نے اپنی ماں سے خواہش ظاہر کی کہ وہ ان لوگوں کی چائے اور مٹھائی سے مہمان نوازی کریں۔یعنی چائے اور مٹھائی لائیں۔ماں چائے لائی۔جیسے ہی چائے آئی انہوں نے مٹھائی کے ساتھ چائے پی۔اس کے بعد ژالہ اور بیژن رخصت ہوئے اور ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

آذر	ژالہ	بیژن	دیدن	خرگوش	کوچک
ذوق	خواہش	چای	شیرینی	حاضر	بعد

سوالات :

سوال۔١ آذر کے دوست کا کیا نام تھا؟

سوال۔٢ دارا کے دوست کا نام کیا تھا؟

سوال۔٣ ژالہ، آذر کے واسطے کیا چیز لائی؟

سوال۔٤ بیژن دارا کے لئے کیا لایا؟

☆

(۲) کُمک بہ دیگران

یک روز صبح آذر دید کہ زہرہ ہم کلاسِ او ناراحت است بہ او گفت ''زہرہ جان! چرا ناراحتی؟'' زہرہ گفت ''کتابم گم شدہ و من مشق ننوشتہ ام''۔ آذر گفت ''غصّہ نخور! بیا کتابِ من بگیر و مشقت را بنویس''۔ زہرہ از آذر تشکر کرد و مشغولِ نوشتن شد۔ آموزگار کہ فہمید۔ آذر بہ زہرہ کُمک کردہ است۔ بہ او گفت۔ ''آفرین بہ تو! آدم خوب و مہربان ہر وقت کہ بتواند بہ دیگران کُمک می کُند''۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ہم کلاس	ہم جماعت	ناراحت	رنجیدہ
چرا	کیوں	غصّہ نخور	غصّہ مت کر
بیا	آ	کتابِ من	میری کتاب
را	کو	از	سے
آموزگار	استاد	کمک	مدد
آفرین	شاباش	او	وہ

ترجمہ : (کمک بہ دیگران)

ایک دن آذر نے دیکھا کہ اس کی ہم جماعت زہرہ آرام میں نہیں ہے یعنی پریشان ہے۔اس نے کہا ''پیاری زہرہ تم کیوں پریشان ہو؟'' زہرہ نے کہا ''میری کتاب کھوگئی ہے۔میں نے مشق نہیں لکھی ہے''۔آذر نے کہا ''رنجیدہ مت ہو یعنی پریشان مت ہو! آؤ اور میری کتاب لے لو اور تمہاری مشق لکھو'' زہرہ نے آذر کا شکریہ ادا کیا اور لکھنے میں مصروف ہوگئی''۔استاد نے سمجھ لیا کہ آذر نے زہرہ کی مدد کی ہے۔استاد نے اس سے کہا ''شاباش! اچھا اور مہربان آدمی ہر وقت کہ جب بھی اس سے ہو سکے دوسروں کی مدد کرتا ہے۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

کمک	ناراحت	گفت	زہرہ	مشق	غصّہ	مشقت
تشکر	نوشتن	مشغول	آموزگار	فہمید	آفرین	مہربان

سوالات :

سوال۔۱ مندرجہ بالا سبق سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

سوال۔۲ زہرہ کیوں پریشان تھی؟

سوال۔۳ استاد نے کیا کہا؟

☆

(۳) پروینؔ اعتصامی

خانم پروینؔ اعتصامی دختر یوسف اعتصامی در سال ۱۲۸۵ شمسی در تبریز از مادر زاد تحصیلاتِ خودرادر کالج امریکائی به پایان رسانید۔ پروینؔ ادبیات فارسی وعربی رانزدِ پدرش آموخت وآنان جا کہ اعتصامی از دانشمندان وادیبانِ نامور بود۔ بہ پروینؔ درراہی کہ خواست کمک شایانی کرد۔ درفنِ شعرمیانِ زنانِ عصرخویش بنوع پیدا کرد۔ دریغ کہ این بنوع کہ می توانست بہ رونقِ شعروادب کمک شایانی کند۔ زود سپری گردید ودرشب شنبہ ۱۶ فروردین ماہ ۱۳۲۰ حالی جہان راترک گفت۔ دیوانِ پروینؔ متجاوزاز ۵۰۰۰ بیت است کہ با مقدمہ ای بہ قلم استادِ سخن ''ملکِ الشعراء بہارؔ'' بہ چاپ رسید۔

(ماخوذازمحمد باقر۔سخن داران معاصر)

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خانم	محترمہ	دختر	لڑکی،بیٹی
نامور	مشہور	نوع	قسم

نزد	پاس،قریب	خویش	اپنا
دریغ	افسوس	انان	آن کی جمع،وہ
تحصیلات	تحصیل کی جمع۔حاصل کرنا	فروردین	شمسی سال کا پہلا مہینہ، انگریزی کے مطابق مارچ

☆

ترجمہ : (پروین اعتصامی)

یوسف اعتصامی کی لڑکی محترمہ پروینؔ اعتصامی ۱۲۸۵ شمسی میں تبریز میں پیدا ہوئی تھیں۔انہوں نے اپنی تعلیمات امریکا کے کالج میں پوری کی۔پروینؔ نے عربی و فارسی ادبیات کی تعلیم اپنے والد کے پاس رہ کر پوری کی۔اعتصامی کا شمار اس زمانے کے مشہور عالموں اور ادیبوں میں ہوتا تھا۔اس لئے پروینؔ نے جن علوم میں مدد چاہی اس میں کافی مدد ان کو ملی۔فن شعر و ادب میں اپنے زمانہ کی عورتوں میں انہوں نے جدا گانہ رنگ اختیار کیا۔افسوس کہ یہ جدا گانہ رنگ جو شعر و ادب کو بہت آگے بڑھا سکتا تھا جلد ہی ختم ہو گیا اور سنیچر کی رات ۱۶ رفروردین ۱۳۲۰ شمسی میں اس دنیا کو چھوڑ دیا (یعنی انتقال ہو گیا)۔پروینؔ کے دیوان میں پانچ ہزار سے زیادہ اشعار ہیں جس کو مشہور شاعر ملک الشعراء بہارؔ نے اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

☆

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

خانم	دختر	تبریز	پایان	پروین	ادبیات
نزد	آموخت	دانشمند	نامور	خواست	کمک
نوع	عصر	دریغ	شب	ترک	دیوان
متجاوز	سخن	ملک الشعراء	رونق	مادرزاد	زود

سوالات :

سوال۔۱ پروینؔ اعتصامی کس کی بیٹی تھیں؟

سوال۔۲ پروینؔ اعتصامی کے دیوان کو کس نے شائع کیا؟

سوال۔۳ پروینؔ اعتصامی کون سے سن میں پیدا ہوئیں؟

سوال۔۴ پروینؔ اعتصامی کا انتقال کب ہوا؟

☆

گلستان

’’گلستان‘‘ سعدؔی کی شاہکار تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۶۵۶ ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ سعدؔی ایک قادرالکلام شاعر اور معجز بیان نثر نگار تھے۔ فارسی ادبیات کی تاریخ میں سعدؔی کا مقام نہایت بلند ہے لیکن یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان کو یہ بلند مقام شاعری کی وجہ سے حاصل ہوا ہے یا نثر نگاری کے باعث۔ بہارؔ نے لکھا ہے کہ سعدؔی کی شخصیت اور استادانہ عظمت کو ’’گلستاں‘‘ میں دیکھنا چاہیئے۔ اگر اس چھوٹی سی مگر گرانقدر نثر کی کتاب کا وجود باقی نہ رہتا تو سعدؔی کی دوتہائی عظمت جاتی رہتی اور فارسی ادب اس گراں بہا اور عظیم ذخیرے سے محروم رہ جاتا کیونکہ ایسی کتاب نہ عصر گذشتہ میں لکھی گئی نہ زمانۂ آئندہ میں لکھی جائے گی۔ (بہارؔ، سبک شناسی، ج ۳ ص ۱۲۵)

’’گلستان‘‘ کو شیخ سعدؔی کے کلام کا خلاصہ اور لب لباب سمجھنا چاہیے۔ فارسی نثر میں کوئی کتاب اس قدر مقبول نہیں ہوئی جتنی ’’گلستان‘‘ مقبول ہوئی۔ ایران، افغانستان، ہندوستان اور پاکستان میں ’’گلستان‘‘ کسی نہ کسی صورت میں شامل نصاب ہے۔ اسے فارسی زبان کا ذوق رکھنے والا ہر شخص پڑھتا ہے۔

گلستان میں ادبی اور اخلاقی مضامین ہیں اس وجہ سے ہر زمانے میں مقبول خاص و عام رہی ہے۔اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں روز مرّہ کی زندگی کے حالات و واقعات نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔حسن بیان اور لطف ادا نے اسے اور بھی دلچسپ بنا دیا ہے۔

''گلستان'' ایک تمہید اور ۸ ابواب پر مشتمل ہے جس کی ترتیب حسب ذیل ہے :۔

باب اول : ''سیرت پادشاہان''

باب دوم : ''اخلاق درویشان''

باب سوم : ''فضیلتِ قناعت''

باب چہارم : ''فضیلتِ خاموشی''

باب پنجم : ''عشق و جوانی''

باب ششم : ''ضعف و پیری''

باب ہفتم : ''تاثیر ترتیب''

باب ہشتم : ''آداب صحبت''

یوں تو ''گلستان'' کے اسلوب پر مستقل ایک کتاب لکھنے کی ضرورت ہے لیکن

یہاں بقدر گنجائش اس کی صرف چند خصوصیات درج کی جاتی ہیں :

ا۔ سعدؔی عموماً چھوٹے چھوٹے فقرے لکھتے ہیں لیکن بقول مولانا حالؔی یہ ’’ریشم کے لچھے معلوم ہوتے ہیں‘‘۔آپ کی نثر میں نظم کی سی روانی ہے۔

۲۔ ’’گلستان‘‘ کی تشبیہات بہت سادہ، شگفتہ اور تازہ ہیں۔

۳۔ ایجاز و اختصار کے معاملے میں بھی یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔سعدؔی وسیع مضامین کو مختصر الفاظ میں اس طرح لاتے ہیں کہ معنیٰ کی ایک دنیا ان میں سما جاتی ہے۔اس فن میں سعدؔی کے پایہ کو اور کوئی ادیب نہیں پہنچ سکا۔

۴۔ موزون، متناسب اور ہم آہنگ الفاظ کے استعمال میں بھی سعدؔی کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ان کے جملوں اور فقروں سے وہی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو خوش آہنگ سُروں کو سننے سے پیدا ہوتی ہے۔چند مثال ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

مثالیں :

’’محال است کہ ہنرمندان بمیرند و بی ہنران جائ ایشان گیرند‘‘

’’نان جو خوردن و نشستن بہ از کمر زرین بستن و بخدمت ایستادن‘‘

۵۔ آپ کے فقروں میں اتنی بے ساختگی پائی جاتی ہے کہ ان میں سے بعض کو ضرب المثل کا درجہ حاصل ہو گیا ہے مثلاً ''دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز''۔

توانگری بہ دل است نہ بمال

و بزرگی بہ عقل است نہ بسال

۶۔ مسجع و مقفع عبارت آرائی میں بھی سعدیؔ کو مہارتِ کلی حاصل ہے۔ انہوں نے نظم کی طرح نثر کے فقرات میں بھی اکثر سلاست و جامعیت کا خیال رکھا ہے اور مقفع و مسجع عبارت لکھی ہے کہ جملوں میں نزاکت، لطافت اور شعریت پیدا ہو گئی ہے۔

'' افعی کشتن و بچہ اش نگہداشتن کار خردمندان نیست''

'' ہنوز نگران است کہ ملکش با دگران است''

۷۔ سعدیؔ کے گلستان کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ نثر میں اس خوبصورتی اور موزونیت کے ساتھ نظم کا پیوند لگاتے ہیں کہ وہ نثر کا ہی ایک حصّہ معلوم ہوتی ہے۔ اس سے مضمون زیادہ موثر اور دلچسپ ہو جاتا ہے۔

۸۔ سعدیؔ نے گلستان کی عبارت کو احادیثِ نبویؐ اور آیاتِ قرآنی سے بھی زینت بخشی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مضمون میں بلندی پیدا ہوگئی ہے۔

''گلستان'' کے مطالعہ سے یہ بات بھی روشن ہوتی ہے کہ سعدیؔ کی حیثیت ایک معلّم اخلاق کی ہے۔انہوں نے بہت سے اخلاقی مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔اس کتاب کا شاید ہی کوئی ایسا صفحہ ہوگا جس میں اخلاقی تربیت کا مؤثر سبق نہ ملتا ہو اور اس وجہ سے آپ کا مقام بھی بہت بلند ہے۔

سعدیؔ معلّم اخلاق تو تھے لیکن ان کے بعض اخلاقی نظریے عام اخلاقی نظریوں سے مختلف نظر آتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ بادشاہِ وقت یا حاکم کی ہاں میں ہاں ضرور ملانی چاہیے خواہ وہ غلطی پر ہی کیوں نہ ہو۔اگر بادشاہ دن کو رات کہے تو کہو، جی ہاں رات ہی ہے۔وہ دیکھئے چاند چمک رہا ہے اور ستارے ٹمٹمارہے ہیں۔

اگر شہ روز را گوید شب است این

بباید گفت اینک ماہ و پروین

انسان کی عادت بدل جاتی ہے مگر اس کی فطرت نہیں بدلتی خواہ اسے کتنی ہی عمدہ تربیت کیوں نہ دلائی جائے لیکن یہ بھی اپنی جگہ پر درست ہے کہ کوئی شخص فطرتاً برا نہیں ہوتا۔دراصل ماحول کے اثر سے انسان برا یا بھلا ہوتا ہے۔سعدیؔ اس کے برعکس یوں

فرماتے ہیں کہ :

زمین شورہ سنبل بر نیارد
درو تخم عمل ضائع مگردان

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ :

نکوی بابدان کردن چنان است
کہ بد کردن بجای نیک مردان

اس شعر کا مفہوم اپنی جگہ، لیکن اونچے اخلاق کا تقاضہ یہ ہے کہ بُروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جائے۔ ممکن ہے اس طرح اس کی اصلاح ہو جائے۔

☆☆☆

سوانح مصلح الدین سعدؔی شیرازی

عہد ایلخانی فتنہ وفساد کا دور ہے۔ سرزمین ایران میں بے گناہوں کے قتل وخونریزی کا عہد ہے، گھروں، مسجدوں، تعلیمی اداروں اور کتب خانوں کی ویرانی کا دور ہے، اسی پر فتن دور میں سعدؔی شیرازی پیدا ہوئے جن کے ادبی کارناموں نے اہل ایران کے مجروح دلوں پر مرہم کا کام کیا۔

سعدؔی کے نام میں محققین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے لیکن بیشتر محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کا نام شرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدؔی تھا۔ آپ کی تاریخ پیدائش میں بھی شدید اختلاف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کسی بھی قدیم تذکرے میں آپ کی پیدائش کا سال درج نہیں ہے۔ محققین نے آپ کی پیدائش کی دو تاریخیں لکھی ہیں ایک ۵۸۵ھ اور دوسری ۶۰۶ھ۔ آپ کے سلسلے میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ سو سال سے زاید زندہ رہے۔ رضا زادہ شفق نے گلستان جو ۶۵۶ھ میں تصنیف ہوئی، سے ایک شعر نقل کیا ہے جو یوں ہے :

ای کہ پنجاہ رفت و در خوابی!

مگر این پنج روزہ در یابی

اور لکھا ہے کہ اس شعر کی روشنی میں ۶۰۶ ھ میں پیدا ہوئے ہوں گے۔مختلف قرائن کے پیش نظر یہی سال درست معلو ہوتا ہے۔آپ کی وفات ۶۹۱ ۔۶۹۴ ھ کے درمیانی سالوں میں خود ان کے وطن شیراز میں ہوئی اور وہ اسی شہر میں دفن ہوئے۔آپ کا مزار ''سعدیہ'' کے نام سے مشہور ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔سعدیؔ کی وفات کے مذکورہ سال سے تقریباً تمام تذکرہ نگار اور تاریخ نگار متفق ہیں۔

عین جوانی میں سعدیؔ سایۂ پدری سے محروم ہوگئے جیسا کہ درج ذیل اشعار سے ظاہر ہے :

مرا باشد ز حال طفلان خبر

کہ در طفلی از سر برفتم پدر

من آنکہ سر تاجور داشتم

کہ سر در کنار پدر داشتم

سعدیؔ کے اجداد اہل علم و دانش تھے اور علوم دینی میں شہرت رکھتے تھے۔خود فرماتے ہیں :

ہمہ قبلۂ من عالمان دین بودند

مرا معلم عشق تو شاعری آموخت

سعدیؔ نے ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی اور اس کے بعد بغداد روانہ ہوئے اور

وہاں مشہور مدرسہ نظامیہ اور دوسری علمی محفلوں میں کسب علوم کیا۔ جوانی ہی سے بے چین طبیعت رکھتے تھے۔ کسی ایک جگہ پابند ہو کر نہ رہے۔ ساری دنیا میں گھومنا اور لوگوں کو دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کا وطن ایران مغلوں کے ہجوم میں گرفتار اور فارس خوارزم شاہیوں اور اتابکوں کی اولاد کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اس لئے ان کا دل اپنے وطن سے اچاٹ ہو گیا اور پھر انہوں نے جہاں گردی شروع کر دی اور ۳۰ سے ۴۰ سال کی مدت مسافرت ہی میں گذاری۔ بغداد، شام اور مکہ سے لے کر شمالی افریقہ تک گھومتے رہے، مختلف شہر اور گوناگوں ملتوں کو دیکھا، مختلف مذاہب اور فرقوں سے واقف ہوئے اور مختلف طبقات انسانی سے اختلاط پیدا کیا۔ غالباً اس مسافرت کا آغاز غیاث الدین خوارزم شاہی کے حملۂ فارس کے سال یعنی ۶۲۲ھ سے ہوا ہوگا اور اگر گلستان کی بعض حکایتیں صرف شاعرانہ تخیلات نہیں ہیں تو سعدیؔ نے کاشغر، ہندوستان اور ترکستان کا بھی سفر کیا ہے۔ ایک روایت کی رو سے وہ مکہ کے سفر میں تبریز پہنچے اور وہاں اباقا آن صاحب دیوان اور اس کے بھائی سے ملاقات کی۔

اس طولانی سفر اور آفاق و انفس کی سیر کے بعد سعدیؔ تجارت معنوی اور افکار عالیہ کی ایک دنیا لئے ہوئے شیراز واپس آئے۔ وہاں ان کے ممدوح اور سرپرست اتابک ابو بکر بن سعد بن زنگی (۶۲۳۔۶۶۸ھ) حاکم تھا اور چاروں طرف امن و امان تھا، جیسا کہ سعدیؔ فرماتے ہیں :

چو باز آمدم کشور آسودہ دیدم
پلنگاں رہا کردہ خوئ پلنگی

اسی عہد میں سعدیؔ کو فراغت نصیب ہوئی۔ لہٰذا انہیں تصنیف و تالیف کا خیال آیا اور ''گلستان'' و ''بوستان'' لکھی۔ اپنے نغموں اور اپنے کلام کو یکجا کیا۔ بکھرے ہوئے اشعار وقطعات کو مرتب کیا۔ سعدیؔ ان خوش نصیب شاعروں میں ہیں جنہوں نے اپنی جوانی کی ابتدا میں ہی اپنی شہرت کا غلغلہ سنا اور ان کی یہ ناموری اتابک ابوبکر کے زمانے میں کمال کو پہنچی جیسا کہ ''بوستان'' میں ایک جگہ فرماتے ہیں :

کہ سعدیؔ کہ گوئ بلاغت ربود
در ایام بو بکر بن سعد بود

''گلستان'' اور ''بوستان'' کے علاوہ سعدیؔ کے قصائد، غزلیات، قطعات، ترجیع بند، رباعیات، مقالات اور عربی قصائد بھی ہیں جو ان کے کلیات میں جمع کر دئے گئے ہیں۔ سعدیؔ اتابکان فارس کے علاوہ صاحب دیوان اور اس کے بھائی عطا ملک جیسے مشاہیر سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ ان کی مدح بھی کی ہے۔ اپنے زمانے کے شاعروں اور ادیبوں سے بھی ان کے تعلقات اچھے تھے۔ چنانچہ مجد ہمگر جو خود اتابک ابوبکر کے دربار سے منسلک تھا، سعدیؔ کے بارے میں لکھتا ہے :

از سعدیؔ مشہور سخن شعر روان جوی

کو کعبہ فضل است دلش چشمۂ زمزم

علاوہ ازیں خواجہ حافظؔ شیرازی، امیر خسروؔ دہلوی جیسے عظیم غزل گوشاعروں نے بھی سعدیؔ کی برتری اور بزرگی کو قبول کیا ہے۔

آیندہ نسلوں نے سعدیؔ کا جتنا اثر قبول کیا، دنیا میں ان کی جتنی شہرت ہوئی، مشرق خصوصاً ایرانی ادبیات پر انہوں نے جو اثر ڈالا ان کی یہ تمام خوبیاں نا قابل بیان ہیں۔

☆☆☆

(ب) انتخاب از گلستانِ سعدی

حکایت ۔ ۲۰

آوردہ اند کہ نوشیروانِ عادل را در شکار گاہی صیدی کباب می کردند و نمک نہ بود غلامی بُر وستا دوانیدند تا نمک آرد نوشیروان گفت بہ قیمت بستان تا رسمی نگردد و دہ خراب نہ شود گفتند ازین قدر چہ خلل زاید، گفت بنیادِ ظلم اندر جہان اول اندک بودہ است و ہر کس کہ آمد بران مزید کرد تا بدین غایت رسید۔

قطعہ

اگر زباغِ رعیت ملک خورد سیبی   بر آورند غلامانِ او درخت از بیخ
بہ پنج بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد   زنند لشکر یانش ہزار مرغ بہ سیخ

☆

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آوردہ اند	لوگوں نے بیان کیا ہے	صید	شکار
بود	تھا	نوشیروان	ایران کا مشہور بادشاہ
غلام	نوکر	روستا	گاؤں
تا	تک	بِستان	لے
دِہ	گاؤں	شود	ہوتا ہے یا ہوگا
چہ	کیا	خلل	نقصان
زاید	پیدا ہوگا	اندک	تھوڑا
مزید	زیادہ	آمد	آیا
غایت	انتہا	رسید	پہنچا
رعیت	رعایا، مخلوق	بیخ	جڑ
پنج	پانچ	بیضہ	انڈا
ستم	ظلم	روا	جائز

ترجمہ : کہانی ۔ ۲۰

بیان کیا جاتا ہے کہ انصاف پسند نوشیروان کے لئے کسی شکار گاہ میں ایک شکار کے کباب تیار کر رہے تھے اور نمک نہ تھا۔ انہوں نے ایک نوکر گاؤں کو روانہ کیا تا کہ نمک لے آئے۔ نوشیروان نے حکم دیا۔ دام دے کر لانا کہیں یہ رسم نہ پڑ جائے اور گاؤں تباہ نہ ہو جائے۔ لوگوں نے کہا اتنے سے نمک سے کیا نقصان پیدا ہوگا۔ اس نے کہا ظلم کی بنیاد دنیا میں پہلے تھوڑی ہی سی تھی پھر جو بھی آیا اس میں اضافہ کیا یہاں تک کہ اس درجہ کو پہنچ گئی۔

قطعہ (ترجمہ)

اگر بادشاہ رعایا کے باغ سے ایک سیب کھائے   تو اس کے نوکر جڑ سے درخت ہی اکھاڑ ڈالیں گے
اگر بادشاہ پانچ انڈے کے برابر ظلم جائز سمجھے   تو اس کے سپاہی ہزار مرغ کو سیخ پر چڑھا دیں گے

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

نوشیروان	عادل	صید	نمک	رُوستا
قیمت بستان	قدر	خلل	زاید	بنیاد
اندک	مزید	غایت	رسید	رعیت
بیخ	بیخ	بیضہ	ستم	لشکر

سوالات :

سوال۔۱ مندرجہ بالا حکایت سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

سوال۔۲ نوشیروان عادل نے شکار گاہ میں کیا منگوایا؟

سوال۔۳ نوشیروان عادل کہاں کا رہنے والا تھا؟

سوال۔۴ ظلم کی بنیاد دنیا میں کیسے پڑی؟

☆

حکایت ـ ۲۲

مردم آزاری را حکایت کنند که سنگی بر سرِ صالحی زد۔ درویش را مجال انتقام نہ بود سنگ را نگاہ می داشت تا زمانی کہ ملک را بران لشکری خشم آمد و در چاہ کرد درویش اندر آمد و سنگ بر سرش کوفت گفتا تو کیستی واین سنگ چرا زدی گفت من فلانم واین ہمان سنگ ست کہ درفلاں تاریخ بر سرِ من زدی گفت چندین روزگار کجا بودی گفت از جاہت اندیشہ می کردم اکنون کہ درچاہت دیدم فرصت غنیمت دانستم ۔

مثنوی

نا سزائی را کہ بینی بختیار ۔ عاقلان تسلیم کردند اختیار

چون نداری ناخن درّندہ تیز ۔ با بدان آن بہ کہ کم گیری ستیز

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ۔ ساعد سیمینِ خود را رنجہ کرد

باش تا دستش بہ بندد روزگار ۔ پس بکامِ دوستان مغزش برآر

☆

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مردم	لوگ	آزار	ستانا
سنگ	پتھر	صالح	نیک
درویش	فقیر	داشت	رکھا
خشم	غصّہ	چاہ	کنواں
چرا	کیوں	من	میں
ہمان	وہی	روزگار	زمانہ
اکنون	اب	فرصت	موقع
غنیمت	مناسب	ساعد	کلائی
باش	رِہ	کام	مقصد

ترجمہ : کہانی ۔ ۲۲

ایک مردم آزار کا قصّہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے ایک پتھر ایک نیک آدمی کے سر پر مارا۔اس فقیر میں بدلہ لینے کی طاقت نہ تھی۔وہ پتھر کو محفوظ رکھتا رہا۔اس وقت تک کہ بادشاہ کو اس سپاہی پر غصّہ آیا اور اس کو کنویں میں قید کر دیا۔فقیر اس جگہ پہنچا اور اس سپاہی

کے سر پر پتھر مارا۔اس نے کہا تو کون ہے اور تو نے پتھر کیوں مارا۔اس نے کہا میں فلاں ہوں اور یہ وہی پتھر ہے جو فلاں تاریخ کو تو نے میرے سر پر مارا تھا۔اس نے کہا تو اتنے زمانے تک کہاں تھا،فقیر بولا میں تیرے عہدے سے ڈرتا تھا اب جبکہ میں نے تجھے کنویں میں قید دیکھا تو موقع مناسب سمجھا!

ترجمہ مثنوی

جب تو کسی نالائق کو نصیبہ ور دیکھے (تو چُپ رہ کہ)
عقلمندوں نے ایسے موقع پر تابعداری اختیار کر لی ہے
جب تو پھاڑنے والے تیز ناخن نہیں رکھتا
تو بہتر یہ ہے بڑوں سے لڑائی مول نہ لے
جس نے فولادی بازو والے سے پنجہ لڑایا
اس نے اپنے چاندی کے سے نازک پہنوچے کو ستایا
اس وقت تک ٹھہر جب تک زمانہ اسکے ہاتھ باندھے
پھر دوستوں کے اقبال سے اس کا بھیجا نکال دے

☆

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

سنگ	صالح	درویش	مجال	انتقام	خشم
چاہ	اکنون	فرصت	غنیمت	ساعد	فولاد

سوالات :

سوال۔۱ مندرجہ بالا حکایت سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

سوال۔۲ مردم آزار نے کس کے سر پر پتھر مارا؟

سوال۔۳ پتھر کو فقیر نے حفاظت سے کیوں رکھا؟

☆

حکایت ـ ۲۶

یکی را از ملوکِ عرب شنیدم کہ با متعلقانِ دیوان می گفت کہ مرسومِ فلان را چندانکہ هست مضاعف کنید کہ ملازمِ درگاه است ومترصّدِ فرمان و دیگر خدمتگاران بہ لہو ولعب مشغول ودرادائی خدمت متہاوِن صاحبدلی بشنید فریاد وخُرُوش ازنہادش برآمد پرسیدندش کہ چہ دیدی گفت مراتبِ بندگان بدرگاہِ خدائے تعالیٰ ہمین مجال دارد۔

نظم

دو بامداد گر آید کسی بخدمت شاه | سُوم هر آئنہ دروی کند بلطف نگاه
امید هست پرستندگانِ مخلص را | کہ نا امید نگردند ز آستان الٰہ

☆

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
یکی	ایک	را	کو
از	سے	گفت	کہا
مرسوم	تنخواہ	مضاعف	دوگنی
ملازم	نوکر	مترصّد	منتظر
لہوولعب	کھیل کود	مشغول	مصروف
متہاون	سُست	خروش	شور
بامداد	صبح	لطف	مہربانی
فرمان	حکم	حرمان	محرومی
سیما	پیشانی	آستان	چوکھٹ

ترجمہ : کہانی ۔ ۲۶

میں نے عرب کے ایک بادشاہ کے بارے میں سنا کہ کچہری والوں سے کہہ رہا تھا کہ فلاں شخص کی تنخواہ جس قدر ہے اس سے دوگُنی کردو کیوں کہ وہ دربار کا حاضر باش ہے اور حکم کا منتظر رہتا ہے اور دوسرے خدمت گار کھیل کود میں مشغول اور خدمت کرنے میں

سُست ہیں۔ایک صاحب دل نے یہ بات سن لی فریاداورشور کرنا شروع کر دیا۔لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تو نے کیا دیکھا۔اس نے کہا کہ بندوں کے مرتبے خدا کے دربار میں بھی اسی طرح ہیں۔

ترجمہ نظم

دوروز صبح کو اگر کوئی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو
تو تیسرے روز بادشاہ اس کو مہربانی سے دیکھے
اخلاص سے عبادت کرنے والوں کو یہ امید ہے
کہ وہ خدا کی چوکھٹ سے ناامید واپس نہ ہوں گے

☆

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

ملوک	عرب	متعلقان	مرسوم
متردّد	لہوولعب	متہاون	خروش
مخلص	آستان	لطف	فرمان
مضاعف	بامداد	حرمان	پیشانی

سوالات :

سوال۔۱ مندرجہ بالا حکایت سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

سوال۔۲ بادشاہ نے کس غلام کی تنخواہ دوگنی کی؟

سوال۔۳ صاحب دل نے فریاد اور شور کرنا کیوں شروع کیا؟

☆

حکایت ۔ ۳۶

دو برادر بودند یکی خدمت سلطان کردی و دیگری بسعی باز و خوردی باری این توانگر گفت درویش را کہ چرا خدمت نہ کنی تا از مشقتِ کار کردن برہی گفت تو چرا کار نہ کنی تا از مذلّتِ خدمت رستگاری یابی کہ خردمندان گفتہ اند کہ نانِ جو خوردن و نشستن بہ کہ کمرِ زرّین بستن و خدمت استادن ۔

بیت

بدست آہک تفتہ کردن خمیر　　　بہ از دست بر سینہ پیش امیر

قطعہ

عمرِ گرانمایہ درین صرف شد　　　تاچہ خورم صیف و چہ پوشم شتا

ای شکم خیرہ بنانی بساز　　　تا نہ کنی پشت بخدمت دوتا

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
برادر	بھائی	یکی	ایک
سعی	کوشش	تونگر	مالدار

کیوں	چرا	فقیر	درویش
عقل مند	خردمند	محنت	مشقت
روٹی	نان	کرنا	کردن
ایک قسم کا ناج ہے	جو	کام	کار
کھڑا ہونا	استادن	باندھنا	بستن
سردی	شتا	کمزور	ضعیف
چونا	آہک	پیٹ	شکم

ترجمہ : کہانی ۔ ۳٦

دو بھائی تھے۔ایک بادشاہ کی نوکری کرتا تھا اور دوسرا اپنے بازو کی کمائی کھاتا تھا۔ایک مرتبہ اس مالدار نے اس فقیر کو کہا کہ تو بادشاہ کی نوکری کیوں نہیں کرلیتا تاکہ مزدوری کی محنت سے چھوٹ جائے۔اس نے کہا تو مزدوری کیوں نہیں کرتا تاکہ خدمتگاری کی ذلّت سے چھٹکارا حاصل کرلے۔اس لئے کہ عقلمندوں نے کہا ہے کہ جو کی روٹی کھا لینا اور بیٹھ جانا زرّیں پٹی باندھنے اور دربار میں کھڑا رہنے سے بہتر ہے۔

ترجمہ بیت

ہاتھ سے گرم چونے کو گوندھنا امیر کے سامنے سینے پر ہاتھ رکھنے سے بہتر ہے

ترجمہ قطعہ

قیمتی عمر اسی میں صرف ہوگئی　　　کہ گرمیوں میں کیا کھاؤں اور جاڑوں میں کیا پہنوں
اے بے شرم ایک روٹی پر قناعت کر لے　　　تا کہ خدمت گاری میں کمر دوہری نہ کرے

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

برادر	خدمت	سعی	تونگر	درویش
مشقت	خردمند	نان	خوردن	نشستن
بستن	استادن	آہک	خیرہ	گرانمایہ

سوالات :

سوال۔۱　مندرجہ بالا حکایت سے کیا نصیحت ملتی ہے؟
سوال۔۲　حکایت میں عقلمندوں کا کیا قول نقل کیا ہے؟
سوال۔۳　دو بھائی کیا کام کرتے تھے؟

☆☆☆

Unit-III

حصۂ نظم

سوانح بزمؔی ٹونکی

سیدزین الساجدین ابن حمیداحسن متخلص بہ بزمؔی ٹونکی ۲۳/اپریل ۱۹۳۱ء کو راجستھان کے مردم خیزضلع ٹونک میں پیدا ہوئے۔ پرورش وپرداخت والدمحترم کے سایۂ عاطفت میں پائی۔ بزمؔی کواپنے نانا مولانا سیدمحمدطلحہ کی شفقت حاصل رہی جواورینٹل کالج لاہور کے پروفیسر تھےاورعربی وفارسی دونوں زبانوں کے ماہر تھے،اس کے علاوہ مولانا منظوراحمدکوثر سندیلوی،مولانا احمد ہاپوڑی اورمولانا رضی وغیرہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ دس نومبر۲۰۱۱ءکوبزمؔی نے اس جہانِ فانی کوخیر باد کہا۔ بزمؔی ٹونکی نے غزل ورباعی،قصیدہ سبھی اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہےاوران کےلوازمات کواپنی شاعری میں نہایت خوبی سے استعمال کیا ہے۔ وہ فارسی اوراردو دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ بزمؔی تصوف کے رمزآشنا تھے،ان کی شاعری میں تصوف کے مسائل نہایت خوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔وہ اپنی بات کونہایت سادہ اورسلیس زبان میں کہتے ہیں لیکن اس سادگی میں بھی زبان کا چٹخارہ اورادبی چاشنی کا لطف موجود ہے۔ بندش کی چستی،عمدہ تراکیب نیزتشبیہ واستعارے کی برجستگی ان کےکلام کا نمایاں وصف ہے،ان کی شاعری میں قرآنی آیات، احادیث اوراصطلاح تصوف کا برمحل استعمال ان کی وسعت مطالعہ،بلندی تخئیل اور

قادرالکلامی پردال ہے۔ وہ شہر دلبراں کو حدیث دیگراں کے پیرایہ میں ایسی دلکش شاعرانہ زبان میں استعمال کرتے ہیں کہ زبان سے بے ساختہ ع

از دل خیزد بردل ریزد

نکل جاتا ہے۔فرماتے ہیں :

تبسم بر لب است وچشم پُرنم

بدین دوحرف از من داستان است

ابن احسن بزمؔی راجستھان کے فارسی شاعروں میں ادبی، علمی، فنی اعتبار سے ایک ایسے شاعر تھے جو راجستھان میں فارسی شاعری کے پاسبان تھے۔

☆

حمد

حمد ایک عربی لفظ ہے جس کے معنیٰ تعریف بیان کرنا ہیں۔

حمد اصطلاح میں اس نظم کو کہتے ہیں جس میں خدا کی تعریف بیان کی جائے اس کی ذات و صفات کا تذکرہ کیا جائے اس کے کمالات کو شعر کے پیکر میں ڈھال کر پیش کیا جائے۔

حمد میں شاعر اپنے پروردگار مالک دوجہاں کے اوصاف جلال و عظمت و بزرگی کا ذکر کرتا ہے اس کی قدرت کاملہ اور بندوں پر کی جانے والی نعمتوں کا ذکر اس کے پیش نظر ہوتا ہے۔ حمد کے ذریعہ اس بات کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات ستودہ صفات ہے تمام اچھائیوں کا مجموعہ اور برائیوں سے پاک وصاف ہے ہر اچھی صفت اس کے ساتھ لاحق ہے اور ہر بری صفت سے وہ مبّرا ومنزہ ہے، ہم سب اس کی نعمتوں کے سایہ میں زندگی گذار رہے ہیں ہمارا وجود اس کا رہین منت اور ہماری زندگی اس کے احسان کا پرتو ہے۔

☆

(i) حمد بزمؔی ٹونکی

جُزرهِ شوقِ دل باو راهِ دگر نمی رسد　　ای زهی جادهٔ نظر حیف مگر نمی رسد
کثرتِ نورِ مظهرش پاسِ جمالِ او کند　　تا بجمالِ ذاتِ او موجِ نظر نمی رسد
رنگِ وفا نمی شود در خورِ التفاتِ او　　تا بسرشکِ اهلِ دل خونِ جگر نمی رسد
سبز اگر نمی شود شاخِ طلب زخونِ دل　　دستِ سوالِ طالبان تا به ثمر نمی رسد
گر نه شود ز ماسوا دور گدا گرِ عطا　　برسرِ آستانِ او کاسۂ سر نمی رسد
غوطه زن است عالمی دریمِ عشقِ او مگر　　پیشِ زیانِ جان کسی تا بگهر نمی رسد
صورتِ معنویٔ او صاف ندید هیچ کس　　برسرِ بامِ رفعتش هیچ نظر نمی رسد
خیره شود نظر چنان تیره شود همه جهان　　عشرتِ شامِ وصلِ او تا بسحر نمی رسد

بزمؔی اگر نمی شود شاملِ شوق فیض او
حرفِ ثنا بجامهٔ اهلِ هنر نمی رسد

☆

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
جز	بغیر	دگر	دوسرا
جادہ	راستہ	سبز	ہرا
حیف	افسوس	کثرت	بہتات
ثنا	تعریف	رہ	راستہ
درخور	لائق، قابل	یم	گہرا سمندر
رفعت	بلندی	حمد	تعریف

ترجمہ ۔ حمد

ا۔ اس (خدا) کی طرف پہنچنے کی راہ صرف شوق دل کی راہ ہے۔نظر کی راہ بھی (کیا) خوب ہے مگر افسوس وہاں تک اس کی رسائی نہیں ہے۔

۲۔ خدا کے مظاہر نور کی کثرت (ہی) اس کے جمال کا پاس ولحاظ کر سکتی ہے اسی لئے جمال ذاتی تک یہ رسائی نظر نہیں پہنچ سکتی ہے۔

۳۔ جب تک اہلِ نظر کے آنسو خونِ جگر میں تبدیل نہ ہو جائیں گے اس وقت تک رنگِ وفا التفات کے لائق نہیں ہو سکتا۔

۴۔ اگر شاخ طلب خونِ دل سے سرسبز نہیں ہوتی ہے تو طالبوں کے دست سوال ثمر (پھل) تک نہیں پہنچ سکتے۔

۵۔ اگراس کی عطا کا طالب ماسوا سے دور نہیں ہوگا تو اس کے آستانہ تک کاسہ سر کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

۶۔ ایک دنیا اس کے عشق کے ناپیدا کنار سمندر میں غوطہ زن ہے مگر بغیر نذر جان پیش کئے کوئی گوہر مراد تک کیسے پہنچ پائے گا۔

۷۔ اس کی صورت معنوی کو صاف صاف کوئی نہیں دیکھ سکا کیونکہ اس بام بلند و بالا تک کسی نظر کی رسائی ہی نہیں ہوئی۔

۸۔ (جب اس کے نور سے) آنکھیں چوندھیا جاتی ہیں اور سارا عالم تیرہ و تاریک معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے وصل سے لطف اندوزی کی یہ شام صبح تک نہیں پہنچ پاتی ہے۔

۹۔ اے بزمیؔ! اگراس کا فضل و کرم شوق کے شامل حال ہوتا تو (ہرگز ہرگز) اس کی حمد وثنا کا متن بھی اہل ہنر کے قلم تک نہ پہنچ پاتا۔

☆

مشق :

۱۔ فارسی کے کسی شاعر کی حمد استاد کی مدد سے تلاش کرو اور اس کو زبانی یاد کرو۔

۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

جُز	جادہ	حیف	مظہر
جمال	درخور	التفات	سرشک
طالبان	ثمر	ماسوا	کاسۂ سر
یم	عشق	معنوی	اوصاف
ہیچ	خیرہ	وصل	سحر
فیض	ثنا	غوطہ	عشرت

سوالات :

سوال۔۱ خدا تک پہنچنے کی راہ کون سی ہے؟

سوال۔۲ شاخ طلب کس سے لبریز ہونی چاہیے؟

سوال۔۳ گہر (گوہر مراد) تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟

سوال۔۴ حمد کی تعریف بیان کریں؟

☆

فارسی غزل کا تعارف

غزل کے لغوی معنیٰ ہیں عورتوں سے باتیں کرنا یا عورتوں کی باتیں کرنا، اہل فن کی اصطلاح میں غزل شعر کے اس قالب کو کہتے ہیں جس میں محبوب کی سیرت وصورت اور محبّ کے حالات وجذبات کو بیان کیا جائے۔ واردات عشق کی ترجمانی، اورزمانہ کی بدحالی کا تذکرہ اس کا خاص موضوع ہے۔ اس صنف میں ہر ایک شعر علیٰحدہ مضمون کا حامل ہوتا ہے، اس کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف یا صرف ہم قافیہ ہوتے ہیں اور باقی اشعار میں سے دوسرا مصرع قافیہ میں پہلے شعر کی پابندی کرتا ہے آخری شعر میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے اور اسے مقطع کہتے ہیں۔ اور بہترین شعر کو شاہ بیت یا بیت الغزل کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

فارسی میں غزل کی ابتداء تیسری ہجری صدی سے ہوئی جب رودکیؔ نے غزل کی صنف کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ اس کے بعد چوتھی صدی ہجری میں دقیقیؔ طوسی نے اس کو اپنایا۔ یہاں تک کہ پانچویں صدی ہجری میں یہ صنف اپنے انتہا پر پہنچ گئی اور قصیدہ گو شعراء نے غزل کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ خاقانیؔ اور نظامیؔ کی طرح قصیدہ گو شعراء نے

بھی اس صنف میں طبع آزمائی شروع کی۔ پھر صوفی شعراء کا زمانہ آیا تو حکیم سنائیؔ نے غزل کو نئی جہت عطا کی جسے غزل عارفانہ کے نام سے جانا گیا۔غزل کے اس طرز کو عطارؔ، رومیؔ اور فخرالدین عراقیؔ نے کمال پر پہنچادیا۔

سعدیؔ شیرازی نے اس میں عشق وعرفان کی آمیزش سے ایک نیا آہنگ پیدا کیا جس سے غزل فرش سے عرش تک پہنچ گئی۔اسی دوران ہندوستان کی سرزمین پر امیر خسروؔ اور آخرکار حافظؔ کی زبان پر اس غزل نے ترقی کی معراج طے کرلی مگر حافظؔ کے بعد غزل روبہ انحطاط ہوگئی اور جامیؔ پر جاکر یہ سلسلہ رک گیا اور حسنؔ دہلوی نے غزل کے گیسو سنوارے اور غزل کے حسن کو دوبالا کردیا امیر خسروؔ کے بعد سلمانؔ ساوجی اور خواجوؔ کرمانی کے نام بھی غزل کی ترقی کے سلسلے میں قابل ذکر ہیں۔

فغانیؔ سے غزل میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے جس میں سلاست کی جگہ پیچیدگی، استعارات کی بہتات تشبیہات کی رنگینیاں خیال بندی، مضمون آفرینی اور دقت پسندی کو فروغ ملا اس سلسلے میں عرفیؔ، ظہوریؔ، جلالؔ، اسیرؔ، طالبؔ آملی اور کلیمؔ ہمدانی کے نام قابل ذکر ہیں، اسی زمانے میں فیضیؔ اور نظیریؔ نے بھی عروس غزل کو سنوارنے میں نمایاں حصّہ لیا۔ پھر فارسی غزل میں ولیؔ دشت بیاضی، علمیؔ، قلمیؔ، میلیؔ، وحشیؔ یزدی اور شرفؔ جہاں وغیرہ نے عاشقانہ ورندانہ مضامین کا اضافہ کیا اور ساتھ ہی لطافت خیال بھی پیدا کی، مغلوں کے آخری دور میں بیدلؔ دردؔ اور غالبؔ وغیرہ نے غزل کی صنف کو اپنی شاعری کا

موضوع بنایا اور مئے عرفان کے ذکر سے غزل کو ایک نیا سوز و ساز عطا کیا۔

ایران میں دورۂ مشروطیست میں شعر کی دیگر اصناف کی طرح غزل کو بھی ترقی ہوئی لیکن اس میں سیاسی اور اجتماعی عقاید و افکار کو بھی داخل کر دیا گیا۔ اس میں عاشقانہ اور رندانہ مضامین بھی بیان کئے جاتے ہیں اس نئے دور میں غزل کو اپنا نے والوں میں سیمیںؔ بہبانی، حسینؔ منزوی، محمد علی بہمنیؔ اور قیصرؔ امین پور قابل ذکر ہیں۔

☆☆☆

سوانح حافظؔ شیرازی

شمس الدین محمد نام۔حافظؔ تخلص۔والد کا نام بہاء الدین تھا۔خاندانی پیشہ تجارت تھا۔کمسنی میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے اپنے شوق سے کچھ ابتدائی تعلیم حاصل کی۔قرآن مجید حفظ کرنے کی روایت بھی ملتی ہے۔کم عمری سے ہی شعروشاعری کا مشغلہ اختیار کیا ابتداء میں اپنی ناموزونیت کے لئے مشہور ہوئے لیکن دھیرے دھیرے نہ صرف کلام میں موزونیت بلکہ غضب کی تاثیر پیدا ہو گئی۔حافظؔ کا والہانہ اندازِ بیان ،رندی،سرمستی، جوش،جدّت ادا، ان کی پہچان ہے۔تصّوف کی چاشنی اور آفاقی صداقتوں نے ان کے کلام کو منفرد بنادیا۔ان کی غزل کی اہم خصوصیات میں جدّت ترکیب،بندش کی چستی،روزمرّہ ومحاورہ کا برمحل استعمال،شوقی وظرافت،واردات عشق کا انوکھا اندازِ بیان وغیرہ شامل ہیں۔حافظؔ نے پامال اور فرسودہ مضامین کو اپنی شاعری میں اس طرح برتا ہے کہ اس میں جاذبیت اور دل نشینی پیدا ہو گئی ہے۔پندوموعظت کے اسلوب میں حافظؔ کے یہاں خشکی نہیں اسی کے ساتھ اخلاقی مضامین بھی اس خوبی سے بیان کرتے ہیں کہ زبان سے بے ساختہ واہ واہ نکل جاتا ہے۔فارسی غزل کو حافظؔ نے جن بلندیوں سے ہم کنار کیا اس کی مثال نہیں ملتی ہے خود فرماتے ہیں۔

ندیدم خوشتر از شعرتو حافظؔ   بقرآنی کہ در سینۂ تو داری

حافظؔ شیرازی

(ii) غزل ۔ا

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند

در دم نہفتہ بہ ز طبیبانِ مُدّعی باشد کہ از خزانۂ غیبم دوا کنند

معشوق چون نقاب ز رخ برنمیکشد ہرکس حکایتی بہ تصوّر چرا کنند

چون حسنِ عاقبت نہ برندی وزاہد یست آن بہ کہ کارخود بر عایت رہا کنند

بیمعرفت مباش کہ درمن یزیدِ عشق اہلِ نظر معاملہ با آشنا کنند

بگذر ز کوئ میکدہ تازمرۂ حضور اوقاتِ خودز بہرِ تو صرفِ دعا کنند

پیراہنی کہ آید از و بوئی یوسفم ترسم برادرانِ غیورش قبا کنند

حالی درونِ پردہ بسی فتنہ میرود تاآن زمان کہ پردہ برافتد چہا کنند

گر سنگ ازین حدیث بنا لد عجب مدار صاحبدلان حکایتِ دل خوش ادا کنند

پنہان ز حاسدان بخودم خوان کہ مُنعمان خیر نہان برائی رضائی خدا کنند

مئ خور کہ صد گناہ زاغیار در حجاب بہتر زطاعتی کہ بر وی و ریا کنند

حافظؔ مُدام وصل میسّر نمی شود
شاہان کم التفات بحالِ گدا کنند

☆

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آنانکہ	جولوگ،وہ لوگ	خاک	مٹی
کیمیا	سونا	آیا بود	کاش ہوتا
گوشہ	کونہ،کنارہ	چشم	آنکھ
دردم	میرادرد	نہفتہ	پوشیدہ، چھپا ہوا
مدّعی	دعویٰ کرنے والا، شیخی بگھارنے والا	باشد	ہونا،ہوسکتا ہے،شاید
رخ	چہرہ	نمی کشد	نہیں کھنچتا ہے،نہیں اٹھاتا ہے
ہرکس	سارے ہرشخص	حکایت کنند	باتیں بتاتے ہیں
حسنِ عاقبت	اچھا انجام	تصوّر	خیال
رندی	آزادروی	معرفت	پہچان، جاننا
رعایت	مہربانی	من یزید	بازار، نیلام گھر

بگذر	گذر	زمرہ	گروہ، پارٹی
زمرۂ حضور	درباریوں کا گروہ	اوقات	وقت کی جمع
پیراہن	لباس، کپڑا، پوشاک	غیور	غیرت مند
برادران	برادر کی جمع بھائی	حال	حالے، اب، ابھی
درون	اندر	برافتد	اٹھ جائے گا
چہا	کیا	سنگ	پتھر
زمان	زمانہ، وقت	بنالد	روئے
عجب مدار	تعجب مت کرو	حاسدان	جلنے والے، حاسد کی جمع
صاحب دلان	دل والے، صاحب دل کی جمع	خیر نہان	پوشیدہ طور پر نیکی کرنا
رضا	رضامندی، خوشنودی	اغیار	غیر کی جمع
حجاب	پردہ، چھپا کر	طاعت	عبادت
ریا	دکھاوا	مدام	ہمیشہ
وصل	ملنا، ملاقات	گدا	فقیر
منعمان	دولت والے، منعم کی جمع	عجب مدار	تعجب مت کر

ترجمہ (غزل۔۱)

جو خاک کو، نظر سے کیمیا کر دیتے ہیں۔ کاش ایک گوشۂ چشم ہماری طرف کر دیں۔

ڈینگیں مارنے والے طبیبوں سے، میرا درد پوشیدہ رہنا بہتر ہے۔ ہوسکتا ہے، کہ وہ غیب کے خزانے سے میری دوا کریں۔

جبکہ معشوق، چہرے سے نقاب نہیں اٹھاتا ہے۔ سب لوگ خیال سے، کیوں باتیں بناتے ہیں؟

جبکہ انجام کی خوبی، رندی اور تقوے سے نہیں۔ یہی بہتر ہے، کہ اپنا معاملہ مہربانی پر چھوڑ دیں۔

معرفت کے بغیر نہ رہ، اس لئے کہ عشق کے بازار میں۔ اہل نظر، جانکاروں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔

شراب خانہ کے کوچہ پر سے گذر، تاکہ درباری گروہ۔ اپنے اوقات، تیرے لئے دعا میں صرف کرے۔

جس لباس سے، مجھے یوسف کی بو آرہی ہے۔ مجھے ڈر ہے، کہ اس کے غیور بھائی اس کو چاک کر دیں گے۔

اب پردے کے اندر بہت سے فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ دیکھو جبکہ پردہ اٹھ جائے گا کیا کریں گے؟

اگراس قصّے سے، پتّھر رو پڑے تو تعجب نہ کر۔ صاحب دل، دل کا قصّہ اچھی طرح بیان کرتے ہیں۔

حاسدوں سے چھپا کر، مجھے بلا لے کیونکہ سخی۔ خدا کی رضا مندی کے لئے، چھپی بھلائی کرتے ہیں۔

شراب پی، اس لیے کہ سو گناہ غیروں سے چھپ کر اس عبادت سے بہتر ہیں، جو دکھاوے، اور ریا کاری سے کریں۔

اے حافظ! وصل ہمیشہ میسّر نہیں آتا۔ بادشاہ، فقیر کی طرف کم توجّہ کرتے ہیں۔

مشق : غزل کے مطلع اور مقطع کو حفظ یاد کریں اور تشریح کریں۔

سوالات :

سوال۔۱ حسنِ عاقبت کس پر چھوڑنا چاہئے؟

سوال۔۲ عشق کے بازار میں اہل نظر کس کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں؟

سوال۔۳ پیراہن یوسف کی بو سے کیا ڈر لگ رہا ہے؟

سوال۔۴ سخی لوگ خدا کی رضا مندی کے لئے کیا کرتے ہیں؟

سوال۔۵ بادشاہ فقیروں کی طرف توجہ کم کرتے ہیں یا زیادہ؟

☆

غزل۔۲

صبا بلطف بگو آن غزالِ رعنا را — کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ ما را
بشکر آنکہ توئی بادشاہِ کشورِ حسن — بیاد آر غریبانِ دشت و صحرا را
شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا — تفقُّدی نکند طوطئ شکر خارا
غرورِ حسن اجازت گر ندادای گُل — کہ پرسشی نکنی عندلیب شیدا را
بحسنِ خُلق توان کرد صید اہلِ نظر — بدام و دانہ نگیر ند مرغِ دانا را
چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی — بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را
ندانم از چہ سبب رنگِ آشنائی نیست — سہی قدانِ سیہ چشم وماہِ سیما را
جزاین قدرنتوان گفت درجمالِ توعیب — کہ خالِ مہرووفا نیست روئ زیبا را،

در آسمان چہ عجب گر زگفتۂ حافظؔ
سماعِ زہرہ برقص آورد مسیحا را

☆

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
صبا	پُروا ہوا	بلطف	نرمی سے
غزال رعنا	خوبصورت ہرن، محبوب	کوہ	پہاڑ
بیابان	جنگل	کشور	ملک
بیاد آر	یاد رکھ	دراز	لمبی
تفقُّد	مہربانی	گل	پھول (محبوب)
عندلیب	بلبل	صید	شکار
دام	جال	دانا	عقلمند
بادہ پیمائی	شراب نوشی	سماع زہرہ	زہرہ کا گانا
سہی قدان	اچھے قامت والے	عجب	تعجب
جمال	حسن، خوبصورتی	رقص	ناچ

ترجمہ ۔ غزل۔۲

اے صبا! نرمی سے اس نازنین ہرن سے کہہ دے۔تو نے ہی ہمارا سر، کوہ و بیابان کے حوالہ کر دیا ہے۔

اس بات کے شکرانے میں، کہ تو ہی مملکتِ حسن کا بادشاہ ہے۔دشت و صحرا کے،

پردیسیوں کو یادرکھ۔

شکرفروش (خدا کرے) اس کی عمر دراز ہو کیوں۔شکر خور طوطی پر مہربانی نہیں کرتا ہے؟

اے پھول! شاید حسن کے غرور نے اجازت نہیں دی۔جو تو عاشق بلبل کی پرسش نہیں کرتا ہے۔

اہل نظر کو حسن اخلاق کے ذریعہ، شکار کیا جاسکتا ہے۔سمجھدار پرند کو جال، اور دانے کے ذریعہ نہیں پکڑتے ہیں۔

جب تو دوست کے ساتھ بیٹھے، اور شراب نوشی کرے۔تو آوارہ دوستوں کو بھی، یاد کرلیا کر۔

نہ معلوم دوستی کا رنگ کیوں نہیں ہے؟۔سیدھے قد والوں، کالی آنکھ والوں، چاند جیسے چہرے والوں میں۔

تیرے حسن میں اس کے سوا کوئی عیب نہیں بتایا جاسکتا ہے۔کہ حسین چہرے میں مہر و وفا کا تل بھی نہیں ہے۔

کوئی تعجب نہیں اگر حافظؔ کے کلام کو آسمان میں۔زہرہ کا گانا، مسیحا کو وجد میں لے آئے۔

مشق :

مندرجہ بالا اشعار میں سے کوئی بھی دو شعر لکھئے، مشق کیجئے اور یاد کیجئے۔

سوالات :

سوال۔۱ مملکت حسن کی بادشاہی کا شکرانہ کیا ہے؟

سوال۔۲ اہل نظر کا شکار کس طرح کیا جاتا ہے؟

سوال۔۳ دوستوں کی محفل میں شراب نوشی کے وقت کس کو یاد کرنا چاہیئے؟

سوال۔۴ حسین چہرے میں کون سا تِل نہیں ہے؟

سوال۔۵ حافظؔ کے کلام سے آسمان میں کیا وقوع پذیر ہو سکتا ہے؟

☆

غزل۔۳

جانان ترا کہ گفت کہ احوالِ ما مپرس — بیگانہ گردو قصّۂ ہیچ آشنا مپرس
آنجا کہ لطفِ شاملِ وخلقِ کریمِ تست — جرمِ گذشتہ عفوکن و ماجرا مپرس
خواہی کہ روشنت شود احوالِ سرِّ عشق — از شمع پرس قصّہ زبادِ صبا مپرس
ہیچ آگہی ز عالمِ درویشیش نبود — آنکس کہ با تو گفت کہ درویش را مپرس
از دلق پوشِ صومعہ نقدِ طلب مجوی — یعنی ز مفلسان سخنِ کیمیا مپرس
در دفترِ طبیبِ خرد بابِ عشق نیست — ای دل بدرد خوکن ونامِ دوا مپرس
نقشِ حقوقِ خدمت واخلاص وبندگی — از لوحِ سینہ محوکن و نامِ ما مپرس
ما قصّۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم — از ما بجز حکایتِ مہرو وفا مپرس
من ذوقِ دردِ عشق تو دانم نہ مُدّعی — از شعلہ پرس حال ز پروانہ وا مپرس

حافظؔ رسید موسمِ گُل معرفت مخوان
دریاب نقدِ عمر ز چون وچرا مپرس

☆

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
جانان	محبوب	کہ	کس نے
گفت	کہا	احوال	حالات، خیریت
بیگانہ	غیر	آنجا	اس جگہ
لطف	مہربانی	خلق کریم	اچھی عادتیں
جرم	گناہ	گذشتہ	پچھلا
ت	تیرا یا تیری	ماجراء	معاملہ، بات
خواہی	اگر تو چاہتا ہے	روشنت شود	تجھ پر روشن ہو جائے
سرّ عشق	عشق کا راز	ہیچ	کچھ
عالم	دنیا	نبود	نہ تھی یا نہ تھا
آنکس	جس شخص نے	دلق پوش	گدڑی پہننے والا
صومعہ	عیسائیوں کا عبادت خانہ	مفلسان	مفلس کی جمع، غریب
دفتر	کتاب	خرد	عقل
خوکن	عادت ڈال	لوح	تختی

محو کن	مٹا دے	مدّعی	دعویٰ کرنے والا، رقیب
مخوان	مت پڑھ	دریاب	حاصل کر

☆

ترجمہ ۔ غزل ۔۳

اے محبوب، تجھ سے کس نے کہا ہے، کہ میرے حالات نہ پوچھ۔ بیگانہ بن جا اور کسی آشنا کی بات نہ پوچھ۔

جہاں کہ تیری عام مہربانی ہے اور بھلے اخلاق ہیں۔ پچھلی خطا کو معاف کر دے، اور گذشتہ بات نہ پوچھ۔

اگر تو چاہتا ہے، کہ عشق کے راز تجھ پر روشن ہو جائیں۔ شمع سے قصّہ پوچھ، بادِ صبا سے نہ پوچھ۔

اس کو درویشی کی دنیا کی، کچھ واقفیت نہ تھی۔ جس نے تجھ سے کہہ دیا ہے، کہ درویش کو نہ پوچھ۔

عبادت خانہ کے گدڑی پہننے والے سے، نقدِ عیش نہ ڈھونڈ۔ یعنی مفلسوں سے، کیمیا کی بات دریافت نہ کر۔

عقل کے طبیب کی کتاب میں، عشق کا باب نہیں ہے۔ اے دل! درد کی عادت ڈال، اور دوا کا نام نہ پوچھ۔

خدمت اور اخلاص اور بندگی کے حقوق کا نقش ۔سینہ کی تختی سے مٹا دے،اور ہمارا نام نہ پوچھ۔

ہم نے سکندر،اور دارا کے قصّے نہیں پڑھے ہیں۔ہم سے محبت ،اور وفا کے قصّہ کے علاوہ،نہ پوچھ۔

میں تیرے دردِ عشق کا ذائقہ جانتا ہوں،نہ کہ رقیب۔شعلہ سے حال پوچھ، پروانہ سے نہ پوچھ۔

اے حافظؔ! پھول کا موسم آ گیا معرفت کے قصّے نہ سنا۔زندگی کا نقد حاصل کر لے، اور چون و چرا کے متعلق نہ پوچھ۔

مشق : مندرجہ بالا غزل کے دو اشعار زبانی یاد کریں اور لکھ کر مشق کریں۔

سوالات :

سوال۔۱ عشق کے راز جاننے کے لئے کس سے پوچھنا چاہیئے؟

سوال۔۲ عقل کا طبیب مرض عشق کی دوا نہیں جانتا ہے،تو مریض عشق کو کیا کرنا چاہئے؟

سوال۔۳ عاشق نے کس کے قصّے نہیں پڑھے ہیں؟

سوال۔۴ درد عشق کا مزہ عاشق جانتا ہے یا رقیب؟

سوال۔۵ معرفت کے قصّے کا وقت کب نہیں ہوتا ہے؟

سوانح امیر خسروؒ

امیر خسروؒ ۶۵۱ھ میں پٹیالی (ضلع ایٹہ) میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام سیف الدین تھا جو چنگیزی حملوں کی وجہ سے ترک وطن کر کے ہندوستان آ گئے تھے۔خسروؒ نے ہوش سنبھالا تو ابتدائی تعلیم کی ابتداء ہوئی مگر وہ سبق پڑھتے پڑھتے شعر بھی کہنے لگے۔عربی و فارسی میں مہارت حاصل کی اور عروس سخن کے اسیر ہو گئے۔شعر و شاعری کا چرچہ ہر طرف ہونے لگا۔یہ بلبن کا زمانہ تھا۔ایک دن بلبن کے بیٹے (بغرا خاں) کے دربار میں امیر خسروؒ نے اپنے اشعار پڑھے،شہزادہ نے خوش ہو کر ایک لگن بھر کر روپئے عطا کئے۔ان کی شاعری کا شہرہ ایسا ہوا کہ دربار کے خاص شعراء میں شامل ہو گئے۔امیر خسروؒ کے ایک قریبی دوست حسن دہلوی بھی اسی دربار سے منسلک تھے۔دونوں ہی بادشاہ کے ساتھ جنگ میں بھی شامل ہوتے تھے۔ایک مرتبہ بادشاہ مارا گیا تو یہ دونوں دشمنوں کی قید میں چلے گئے۔دو سال کے بعد رہائی ملی۔

امیر خسروؒ نے بلبن کے بعد کئی بادشاہوں کا دور دیکھا۔خلجی حکمرانوں نے دہلی پر حکومت کی اور اس کے بعد تغلقوں نے دہلی پر اپنا پرچم لہرایا۔انہوں نے تمام بادشاہوں کا دور دیکھا اور وہ ان سے وابستہ بھی رہے اور حکومتوں کے اُتار چڑھاؤ سے ان کا واسطہ رہا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ دربار سے جڑے ہوئے تھے۔امیر خسروؒ کو محبوب الٰہی حضرت

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی۔ جب انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاء کے وصال کی خبر سنی تو بیقرار ہو گئے۔ گریہ وزاری اور نالہ وشیون کرتے ہوئے وہ بنگالہ سے دہلی آ گئے۔ اپنے پیرومرشد محبوب الٰہی کے مزار پر سیاہ کپڑے پہن کر مجاوری کرنے لگے اور تقریباً چھ مہینے کے بعد ۷۲۵ھ میں ان کی وفات ہوگئی اور پیرومرشد کے قریب ہی دفن ہوئے۔

ہندوستان میں امیر خسروؒ سے بڑا کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا۔ غزل، مثنوی، رباعی، مرثیہ، قصیدہ، وغیرہ سبھی اصناف سخن میں اپنی قادرالکلامی کے جوہر دکھلائے۔ خسروؒ اگرچہ درباروں سے وابستہ رہے لیکن ان کی شاعری میں تصوف کی چاشنی ملتی ہے۔ مثنوی، غزل، قصیدہ، وغیرہ میں ان کے ہاں تہ دار پہلو ملتے ہیں۔ مثنوی میں اگر صوفیانہ باتیں ہیں تو جنگ و جدل کا بھی ذکر ہے۔ غزل میں عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں ہی رنگ ہیں۔ قصیدہ میں بادشاہوں کی تعریفیں تو کیں مگر ان کے سامنے دست طلب دراز نہیں کیا۔ وہ کہیں نہ کہیں سے صوفیانہ پہلو بھی نکال لیتے ہیں۔ مرثیہ میں اس قدر درد بھر دیتے ہیں کہ سننے والے پر زبردست اثر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ دو سال کی قید میں لکھا گیا مرثیہ جب بلبن کے سامنے خسروؒ نے سنایا، جس کو سن کر بلبن اس قدر رویا کہ اس کو بخار آ گیا اور اسی بخار نے بلبن کو قبر تک پہنچا دیا۔ مختصر یہ کہ امیر خسروؒ فن شاعری کے ان ماہرین کی صف اول میں شمار کیے جاتے ہیں جنہوں نے عربی فارسی شاعری کو اعجاز و ایجاز عطا کیا۔

تصانیف امیر خسروؒ

دیوان جو پانچ حصّوں پر مشتمل ہے ۔(۱) تحفۃ الصغر (۱۹ سال کی عمر تک کی شاعری) (۲) وسط الحیات (۲۰ سے ۳۰ سال کی شاعری) (۳) غرۃ الکمال (۳۰ سے ۴۰ سال کی شاعری) (۴) بقیہ نقیہ (بڑھاپے کی شاعری) (۵) نہایۃ الکمال (اس میں زندگی کے آخری دور کی شاعری ہے)۔

امیر خسروؒ نے خمسۂ نظامی (نظامؔی گنجوی کی پانچ مثنویاں) کے جواب میں پانچ مثنویاں بھی لکھی ہیں۔

(۱) مطلع الانوار ۔ نظامؔی کے 'مخزن الاسرار' کے جواب میں لکھی۔
(۲) شیریں وخسرو۔ نظامؔی کے 'خسرو شیرین' کے جواب میں لکھی۔
(۳) مجنوں ولیلیٰ۔ نظامؔی کے 'لیلیٰ مجنوں' کے جواب میں لکھی۔
(۴) آئینۂ سکندری۔ نظامؔی کے 'سکندر نامہ' کے جواب میں لکھی۔
(۵) ہشت بہشت۔ نظامؔی کے 'ہفت پیکر' کے جواب میں لکھی۔

ان کے علاوہ امیر خسروؒ کی اور بھی تصانیف ہیں۔" قران السعدین"،" نُہ سپہر"، "مفتاح الفتوح" یہ کتابیں ہندوستان کے بادشاہوں کے حالات زندگی اور ان کے اوصاف پر لکھی گئی ہیں لیکن ان کتابوں کی تاریخی اہمیت بھی بہت ہے۔

"تغلق نامہ"،" افضل الفوائد"،" اعجاز خسروی"، "مناقب ہند"،" تاریخ

دہلی‘‘ بھی خسروؒ کی تصانیف ہیں۔

امیر خسروؒ ’’سبک ہندی‘‘ کے بانی ہیں۔ انہوں نے ہندوستان میں فارسی ادب میں ہندی طرز کو شامل کیا۔ ہندی الفاظ کو فارسی میں جگہ دی۔ امیر خسروؒ اگر چہ مثنویوں کے سبب جانے جاتے ہیں مگر ان کی غزلوں نے ہندوستان و ایران کے شاعروں کے دلوں کو چھولیا ہے۔

امیر خسروؒ نے اپنی غزلوں میں عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کا استعمال کیا ہے۔ ان کی غزلیں اتنی مشہور و معروف ہیں کہ قوالی اور غزل سرائی کی جان سمجھی جاتی ہیں۔ آج بھی ان کا صوفیانہ کلام روحانی محفلوں میں ذوق وشوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ ان کا یہ شعر عشق حقیقی کی زندہ مثال ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

☆

امیر خسروؔ

(iii) غزل ۔۱

سَری دارم کہ سامان نیست اورا — بہ دل دردی کہ درمان نیست اورا
بہ راہ انتظارم ہست چشمی — کہ خوابی ہم پریشان نیست اورا
فرامش کرد عمرم روز را زآنک — شبی دارم کہ پایان نیست اورا
مرا ملکی است ای سلطان خوبان — کہ جز دلہا ویران نیست اورا
خطِ نوخیز ولب سادہ از آنست — خوش آن مضمون کہ عنوان نیست اورا
رخی داری کہ یگانہ در نکوئی — کہ ثانی ماہ تابان نیست اورا
ز خسروؔ او مپیچ ارگشت ناچیز — خیالی ہست اگر جان نیست اورا

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سامان	راحت، آرام، قرار	درمان	علاج، معالجہ، چارہ
راہ	راستہ	چشم	آنکھ

خواب	نیند	گریہ	رونا
ماندن	رہنا، ہونا	فراموش کردن	بھولنا
روز	دن	شب	رات
پایان	انتہا	ملکی	بادشاہت
سلطان	بادشاہ	دلہا	دل کی جمع
نوخیز	نوجوان	لب	ہونٹ
خوش	اچھائی	رخ	چہرہ
یگانہ	یکتا	نکوئی	نیکی
ثانی	دوسرا	ماہ	چاند
تابان	چمکدار	رو	چہرہ
مپیچ	مت موڑ	ار	اگر
گشت	ہوا	خیال	گمان، وہم

ترجمہ ۔ غزل۔۱

(۱) میرے پاس وہ سر ہے جس کو راحت و آرام اور قرار نہیں، دل میں ایسا درد ہے جو بے علاج ہے۔

(۲) میری آنکھیں انتظار کی راہوں میں ایسی محو ہیں کہ نیند نے بھی اس کو پریشان نہیں کیا۔

(۳) اپنی عمر میں، میں دن کو بھول ہی گیا اس بناء پر کہ میری رات ایسی لمبی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

(۴) اے دلوں کے بادشاہ میری ایسی مملکت ہے جس میں ویران دلوں کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔

(۵) تیرے نئے نئے خط اور سادے ہونٹوں کی خوبصورتی کے بارے میں کیا کہا جائے، وہ ایسا عمدہ مضمون ہے جس کو کوئی عنوان نہیں دیا جاسکتا ۔

(٦) تیرا چہرہ حسن میں وہ یکتائی رکھتا ہے کہ ماہ تابان میں بھی اس کا ثانی ہونے کی صلاحیت نہیں پائی جاتی ہے۔

(۷) خسرؔو سے چہرہ مت پھیر اگر چہ وہ ناچیز ہوگیا ہے وہ ایک خیال (واہمہ) تو ہے اگر چہ اس میں جان نہیں ہے۔

مشق : مذکورہ بالا اشعار میں سے دو شعر لکھئے، مشق کیجئے اور یاد کیجئے۔

سوالات :

سوال۔۱ محبوب کا چہرہ کیوں قابل رشک ہے؟

سوال۔۲ پوری دنیا کس پر فریفتہ ہے؟

☆

امیر خسروؒ

غزل۔۲

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست
هر رگ من تار گشته حاجت زنار نیست

از سر بالین من برخیز ای نادان طبیب
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

شاد باش ای دل که فردا بر سر بازار عشق
مژدۂ قتل است گرچه وعدۂ دیدار نیست

نا خدا در کشتی ما گر نباشد گو مباش
ما خدا داریم، ما را نا خدا درکار نیست

خلق می گوید که خسرو بت پرستی می کند
آری آری می کنم، با خلق ما را کار نیست

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مرا	مجھ کو	درکار	ضرورت
گشتہ	ہوا	حاجت	ضرورت
سر بالین	سرہانہ	بالین	بستر کا کنارہ
زنار	وہ دھاگا جو ہندو لوگ گلے میں پہنتے ہیں		

برخیز	اٹھ جا	دارو	دوا، علاج
بجز	علاوہ	شاد	خوش
باش	ہو	فردا	کل
مژدہ	خوش خبری	گر	اگر
گو	کہہ دو	ما داریم	ہم رکھتے ہیں
مارا	ہم کو	خلق	مخلوق
می گوید	کہتا ہے	بت پرستی	بت کو پوجنا
آری	ہاں	کار	کام
نیست	نہیں	می کند	کرتا ہے

ترجمہ ۔ غزل۔۲

(۱) میں عشق میں اتنا ڈوب چکا ہوں کہ نہ تو مجھے کافر کہنے کا اثر پڑتا ہے اور نہ (ظاہری) مسلمان بننا چاہتا ہوں، میری ہر رگ جاں تار بن چکی ہے اور مجھے زنار (یعنی علامت کفر) کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) اے نادان طبیب میرے سرہانے سے اٹھ جا، عشق کے مریض کا علاج دیدار کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔

(۳) اے دل! خوش ہو جا کیونکہ کل عشق کے بازار میں قتل کی خوشخبری ہے اگر چہ دیدار کا وعدہ نہیں ہے۔

(۴) ہماری کشتی میں اگر ناخدا نہیں ہے تو کہہ دو کہ نہ ہو نہ سہی ہم خدا رکھتے ہیں ہم کو ناخدا کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۵) مخلوق کہتی ہے کہ خسرؔو بت پرستی (بتوں کی پوجا) کرتا ہے، ہاں ہاں میں کرتا ہوں مخلوق سے ہم کو کوئی سروکار نہیں ہے۔

مشق :

مندرجہ بالا اشعار میں سے دو شعر لکھئے، مشق کیجئے اور زبانی یاد کیجئے۔

سوالات :

سوال۔۱ شاعر کو زنّار کی حاجت کیوں نہیں ہے؟

سوال۔۲ عشق کے دردمند کا علاج کیا ہے؟

سوال۔۳ بازار عشق میں کس چیز کی خوش خبری ہے؟

سوال۔۴ کشتی میں ناخدا کی ضرورت کیوں نہیں ہے؟

سوال۔۵ مخلوق خسرؔو کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

☆

امیر خسروؒ

غزل۔۳

ای چهرهٔ زیبای تو رشک بتان آزری
هر چند وصفت می کنم درحسن زان زیبا تری

هرگز نیاید در نظر نقشی ز رویت خوب تر
شمسی ندانم یا قمر حوری ندانم یا پری

آفاق راگردیده ام مهر بتان ورزیده ام
بسیارخوبان دیده ام لیکن تو چیزی دیگری

عالم همه یغمای تو خلق خدا شیدای تو
آن نرگس رعنای تو آورده کیش کافری

ای راحت آرام وجان باقد چون سروروان
زینسان مرودامن کشان کارام جانم میبری

عزم تماشا کرده ای آهنگ صحرا کرده ای
جان و دلِ ما برده ای اینست رسم دلبری

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری
خسروؒ غریب است و گدا افتادہ درشہرشما
باشد کہ از بہر خدا سوی غریبان بنگری

مشکل الفاظ اوران کے معانی

معانی	الفاظ	معانی	الفاظ
تیراچہرہ	رُویت	خوبصورت	زیبا
چاند	قمر	سورج	شمس
محبت	مہر	دنیا	آفاق
اس طرح	زین سان	حسین	خوبان
لے جانا	بردن	ارادہ	آہنگ
عاشق	شیدا	لوٹ (شیدا)	یغما
فقیر، مفلس	گدا	مذہب	کیش
دیکھنا	بنگر	چاہیے	باشد

ترجمہ ۔ غزل ۔۳

(۱) اے محبوب تیرا خوبصورت چہرہ آزر کے بتوں کے لئے باعث رشک ہے میں تیری تعریف چاہے جتنی کروں تو حسن میں اس سے بڑھ کر ہے۔

(۲) میری نگاہوں میں تیرے چہرے سے زیادہ خوبصورت کوئی نقش نہیں دکھائی دیا نہ تو میں کسی سورج کو جانتا ہوں نہ چاند کو نہ حور اور پری کو جو تجھ سے زیادہ خوبصورت ہو۔

(۳) میں پوری دنیا میں گھوما ہوں اور معشوقوں سے عشق بھی کیا ہے، بہت سے حسین بھی دیکھے ہیں لیکن تو کوئی اور ہی چیز ہے۔

(۴) پوری دنیا تیری محبت کے پنجے میں گرفتار ہے اور مخلوق تجھ پر فریفتہ ہے، اے نرگس رعنا تو ظلم وستم کے اعتبار سے مذہب کافری لایا ہے۔

(۵) اے جان کی راحت اور اے سرِ وِرواں کے قامت والے میرے محبوب اس طرح دامن چھڑا کے مت جا۔اے آرام جان تم تو میری جان لئے جاتے ہو۔

(٦) تم نے سیر وتفریح کا ارادہ کر کے جنگل جانے کی ٹھان لی میرے دل و جان کو لوٹ لیا کیا یہی محبت کی رسم ہے،

(۷) میں تُو ہوگیا تُو میں ہوگیا میں جسم ہوگیا اور تُو روح ہوگیا تا کہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں اور تُو غیر ہے۔

(۸) خسروؔ جو غریب اور ایک مسافر ہے تیرے شہر میں پڑا ہوا ہے تجھے خدا کے واسطے اس غریب الوطن پر بھی ایک نگاہ ڈالنی چاہیئے۔

☆

مشق :

مندرجہ ذیل اشعار میں سے دو شعر لکھیں، مشق کریں اور زبانی یاد کریں۔

سوالات :

سوال۔۱ محبوب کا چہرہ کس کے لئے قابلِ رشک ہے؟

سوال۔۲ عاشق دامن چھڑانے سے منع کیوں کرتا ہے؟

سوال۔۳ شاعر کا محبوب کہاں جانے کا ارادہ کر رہا ہے؟

سوال۔۴ خسروؔ آخری شعر میں محبوب سے کیا مطالبہ کرتے ہیں؟

سوال۔۵ پوری دنیا کس پر فریفتہ ہے؟

☆

مثنوی

مثنوی کا لفظ عربی کے لفظ مثنیٰ سے بنا ہے اور مثنیٰ کے معنیٰ دو دو کے ہیں اصطلاح میں بیت کے لحاظ سے ایسی صنف سخن اور مسلسل نظم کو کہتے ہیں جس کے شعر میں دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں اور ہر دوسرے شعر میں قافیہ بدل جائے لیکن سارے اشعار ایک ہی بحر میں ہوں مثنوی میں عموماً لمبے لمبے قصے بیان کئے جاتے ہیں نثر میں جو کام ایک ناول سے لیا جاتا ہے شاعری میں وہی کام مثنوی سے لیا جاتا ہے یعنی دونوں ہی میں کہانی بیان کی جاتی ہے۔مثنوی ایک وسیع صنف سخن ہے جس میں تاریخی ،اخلاقی اور مذہبی مضامین سموئے جاتے ہیں۔

مثنوی عموماً چھوٹی بحروں میں کہی جاتی ہے اور اس کے لئے چند بحریں مخصوص بھی ہیں اور شعراء عموماً اس کی پاسداری بھی کرتے ہیں لیکن مثنوی میں شعروں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں ہے کچھ مثنویاں تو کئی کئی ہزار اشعار پر مشتمل ہیں فارسی میں ،عطار، نظامی ،مولانا روم ،خسروؒ، جامیؒ ،اور فیضی وغیرہ نے عمدہ مثنویاں لکھی ہیں۔

☆

(iv) سوانح مولانا جلال الدین رومیؒ

مولانا جلال الدین رومی سلطان العلماء بہاء الدین محمد بن حسین الخطیبی ۶۰۴ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی ان کی وفات کے بعد سید برہان الدین ترمذی سے کسب فیض کیا۔ ۶۷۲ھ میں قونیہ میں انتقال ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

رومیؒ کی سب سے اہم تخلیق مثنوی شریف ہے، تقریباً چھبیس ہزار اشعار اور چھ دفتروں پر مشتمل مثنوی ان کے افکار و خیالات کا گراں قدر سرمایہ اور ان کے اشعار کا عمدہ مجموعہ ہے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ فارسی زبان میں تصوف کا شاہکار ہے۔ مثنوی شریف مسلسل منظوم حکایات پر مبنی ہے۔ ان حکایات کے ذریعہ مذہبی اور عرفانی نتائج اخذ کئے گئے ہیں وہ تمثیل کے پیرایہ میں سیدھی سادی زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبوی وغیرہ کی صوفیانہ شرح و تفسیر بھی کرتے ہیں۔ اگر چہ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ مثنوی شریف تصوف کی پہلی مثنوی نہیں ہے اور اس سے پہلے سنائیؒ اور عطارؒ وغیرہ صوفیانہ عقائد و افکار کی شرح میں عمدہ مثنویاں تصنیف کر چکے تھے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ رومیؒ کا اپنا ایک الگ رنگ و آہنگ ہے اور انھوں نے صوفیانہ افکار و عقائد کی

تشریح میں جو سبک اختیار کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مثنوی شریف کی مقبولیت، اہمیت اور افادیت کی وجہ سے اس کی مختلف شرحیں فارسی، ترکی اور دیگر ہندوستانی زبانوں میں تحریر کی گئیں اور دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کے ترجمہ بھی ہوئے ہیں۔ صرف ہندوستان میں اس کے کئی منظوم و منثور ترجمے ہوئے، سچ ہی کہا گیا ہے۔

مثنوی مولوی معنوی
ہست قرآن در زبان پہلوی

☆

انتخاب از مثنوی مولانا رومؔ

عتاب کردن حق تعالی بموسیٰ علیہ السّلام بہر شبان

وحی آمد سوئی موسیٰؑ از خدا   بندۂ ما را زما کردی جُدا
تو برائی وصل کردن آمدی   نی برائی فصل کردن آمدی
تا توانی پا مَنِہ اندر فراق   کَاَبْغَضُ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ الطّلَاقِ
ہر کسی را سیرتی بنہادہ ایم   ہر کسی را اِصطلاحی دادہ ایم
در حقِ اُو مَدح در حقِّ تو ذَم   در حقِ اُو شہد و در حقِّ تو سَم
در حقِ اُو نور در حقِّ تو نار   در حقِ اُو ورد در حقِّ تو خار
در حقِ اُو نیک در حقِّ تو بد   در حقِ اُو خوب در حقِّ تو رَد
ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ   از گران جانی و چالاکی ہمہ
من نکردم امر تا سُودی کُنم   بلکہ تا بر بندگان جودی کُنم
ہندیان را اِصطلاحِ ہند مدح   سِندیان را اِصطلاحِ سِند مدح
من نگردم پاک از تسبیحِ شان   پاک ہم ایشان شوند وُدُر فشان
ما برون را ننگریم و قال را   مادرون را بنگریم و حال را

ناظرِ قلبیم اگر خاشع بُوَد — گرچہ گفتِ لفظ نا خاضع بُوَد
زان کہ دل جوہر بود گفتن عَرَض — پس طفیل آمد عَرَض جوہر غرض
چند ازین اَلفاظ و اِضمار و مجاز — سُوز خواہم سُوز با آن سُوز ساز
آتشی از عشق در جان بر فروز — سَر بَسر فکر و عبَارت را بسُوز
موسیا آداب دانان دیگر اند — سوختہ جان و روانان دیگر اند
عاشقان را ہر زمان سوزید نیست — بَردہِ و یران خراج و عُشر نیست
در خطا گوید وُرا خاطی مگو — گر بُود پُر خون شہید آن را مَشُو
خون شہیدان را از آب اولیٰ ترست — این خطا از صد صواب اولیٰ ترست
در درونِ کعبہ رسمِ قبلہ نیست — چہ غم ار غوّاص را پا چیلہ نیست
تو ز سَر مَستان قلاوُزی مجو — از رفو مرجا مہ چاکان را مگو
ملّتِ عشق از ہمہ ملّت جُداست — عاشقان را مذہب و ملّت خداست

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
وحی : اللہ پاک کا حکم جو فرشتوں کے ذریعہ نبیوں کے پاس آتا ہے			
آمد	آیا، آئی	جدا	الگ
وصل	ملنا	فصل	دوری، جدائی

ناتوانی	جب تک ہو سکے	منہ	مت رکھ
فراق	جدائی	کس	شخص
ذم	برائی	نار	آگ
سَم	زہر	بد	برا
خار	کانٹا	بری	آزاد
گران	وزنی، بھاری	چالاکی	چستی

ترجمہ ۔ چرواہے کی وجہ سے موسیٰؑ کا اللہ کا عتاب کرنا

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت موسیٰؑ پر وحی آئی۔تو نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کر دیا۔

تو مِلانے کے لئے آیا ہے۔جدا کرنے کے لئے نہیں آیا ہے۔

جب تک ہو سکے جدائی میں قدم نہ رکھ۔اس لئے کہ طلاق میرے نزدیک بری چیزوں میں سے سب سے بری ہے۔

ہم نے ہر شخص کی ایک طبیعت بنائی ہے۔ہم نے ہر شخص کو ایک اِصطلاح دی ہے۔

اس کے حق میں تعریف ہے اور تیرے حق میں برائی ہے۔اس کے حق میں وہ شہد ہے اور تیرے حق میں وہ زہر ہے۔

اس کے حق میں وہ نور ہے تیرے حق میں آگ ہے۔اس کے حق میں وہ گلاب کا

پھول ہے تیرے حق میں وہ کانٹا ہے۔

اس کے حق میں وہ اچھی ہے تیرے حق میں بری ہے۔اس کے حق میں وہ خوب ہے تیرے حق میں مردود ہے۔

ہم پاکی اور ناپاکی سب سے منزّہ ہیں۔سستی اور چستی سب سے (منزّہ ہیں)۔

میں نے حکم اس لئے نہیں دیا کہ کوئی فائدہ اٹھاؤں۔بلکہ اس لئے کہ بندوں پر بخشش کروں۔

ہندوستان والوں کے لئے ہندوستان کی اصطلاح تعریف ہے۔سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح تعریف ہے۔

میں ان کی تسبیح سے پاک نہیں بنتا ہوں۔وہی پاک اور موتی برسانے والے بن جاتے ہیں۔

ہم ظاہر اور قول کو نہیں دیکھتے ہیں۔ہم باطن کو اور حالت کو دیکھتے ہیں۔

ہم قلب کو دیکھنے والے ہیں اگر وہ عاجزی کرنے والا ہو۔اگرچہ لفظی گفتگو عاجزی کی نہ ہو۔

اس لئے کہ دل جوہر ہے،اور کہنا عرض ہے۔تو عرض ضمنی چیز ہے،جوہر مقصود ہے۔

یہ منہ سے بولنا اور دل میں چھپانا اور مجاز کب تک؟۔میں سوز ہی سوز چاہتا

ہوں،سوز سے موافقت کر۔

عشق کی آگ، جان میں روشن کر۔غور وفکر اور عبارت کو بالکل جلا دے۔

اے موسیٰ ؑ ! آداب جاننے والے دوسرے ہیں۔سوختہ جان اور سوختہ روح دوسرے ہیں۔

عاشقوں کو ہر وقت جلنا ہے۔اُجاڑ گاؤں پر خراج اور عشر نہیں ہے۔

اگر وہ غلط بات کہتا ہے تو اس کو خطا وارانہ کہہ۔اگر شہید خون میں لتھڑا ہوا اس کو نہ دھو۔

شہیدوں کے لئے خون پانی سے بہتر ہے۔یہ غلطی سیکڑوں صحیح چیزوں سے زیادہ اچھی ہے۔

کعبہ کے اندر قبلہ رو ہونے کی رسم نہیں ہے۔اگر غوطہ خور کے پاس چپل نہیں ہیں تو کیا غم ہے؟

تو مستوں سے رہنمائی کی توقع نہ کر۔جامہ چاک لوگوں سے رفو کی فرمائش نہ کر۔

عشق کا مذہب تمام مذہبوں سے جدا ہے۔عاشقوں کا مذہب اور دین اللہ تعالیٰ ہے۔

مشق :

۱۔ مندرجہ بالا مثنوی کے دو شعر لکھ کر مشق کریں اور زبانی یاد کریں۔

۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

عتاب	وحی	موسیٰ	فراق	اصطلاح	خار
گراں	چالاکی	مدح	بود	سوز	عبارت
دانا	سوختہ	صواب	خطا	صد	غواص

سوالات :

مندرجہ بالا مثنوی کے دو شعر لکھ کر مشق کریں اور زبانی یاد کریں۔

سوال ۔۱ حضرت موسیٰؑ پر وحی کس کی طرف سے آئی؟

سوال ۔۲ طلاق بری چیز ہے یا اچھی؟

سوال ۔۳ موسیٰؑ پر خفگی خدا کس وجہ سے ہوئی؟

سوال ۔۴ موسیٰؑ کو خدا نے وصل کے لئے بھیجا یا فصل کے لئے؟

سوال ۔۵ اشعار میں عشق کے بارے میں عاشق کو کیا نصیحت کی ہے؟

☆

Unit - I (iii)

علامہ اقبآل

ڈاکٹر سر محمد اقبآل بیسویں صدی کے ایک معروف شاعر، مصنف، قانون دان، سیاستداں اور عظیم مفکر تھے، علامہ اقبال ۹ رنومبر ۱۸۷۷ء کو برطانوی ہندوستان کے شہر سیالکوٹ میں شیخ نور محمد کے گھر پیدا ہوئے۔ اقبال کے آباء واجداد قبول اسلام کے بعد اٹھارویں صدی کے آخر یا انیسویں صدی کے اوائل میں کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ آئے اور محلّہ کھیتیاں میں آباد ہوئے اور یہیں علامہ اقبال کی پیدائش ہوئی، علامہ نے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی اور مشن ہائی اسکول سے میٹرک اور سیالکوٹ سے ایف اے کا امتحان پاس کیا، زمانۂ طالب علمی میں انہیں میر حسؔن جیسے استاد ملے جنہوں نے ان کی صلاحیتوں کو بھانپ لیا اوران کی صحیح رہنمائی کی، شعروشاعری کے شوق کوفروغ دینے میں مولوی میر حسن کا بڑا دخل تھا۔ ایف اے کرنے کے بعد وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور چلے گئے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے اور ایم اے کے امتحانات پاس کیے۔ یہاں ان کو پروفیسر آرنلؔڈ جیسے فاضل اور شفیق استاد مل گئے ۱۹۰۵ء میں علامہ اقبآل تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور پروفیسر براؤن جیسے فاضل

اساتذہ سے رہنمائی حاصل کی۔ بعد میں وہ جرمنی چلے گئے جہاں میونخ یونیورسٹی سے فلسفہ میں پی. ایچ. ڈی. کی ڈگری حاصل کی۔

ابتداء میں انہوں نے ایم. اے. کرنے کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں تدریس کے فرائض انجام دیئے لیکن بعد میں بیرسٹری کو مستقل طور پر اپنا پیشہ بنایا۔ وکالت کے ساتھ ساتھ آپ شعروشاعری بھی کرتے رہے ۱۹۲۶ء میں اقبآل پنجاب لجسلیٹو اسمبلی کے ممبر چنے گئے ۔۱۹۳۱ء میں انہوں نے گول میز کانفرس میں شرکت کر کے مسلمانوں کی نمائندگی کی اور ۱۳/اپریل ۱۹۳۸ء میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہہ کر ملت اسلامیہ کو سوگوار کر دیا۔

علاّمہ اقبآل کی فارسی شاعری کی خصوصیات کا کماحقہٗ جائزہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں صرف ان کے فارسی کے کلام مختلف مجموعوں یعنی ''اسرارخودی''، ''رموز بیخودی''، ''پیام مشرق''، ''زبورعجم''، ''جاویدنامہ''، ''پس چہ باید کرد'' اور ''ارمغان حجاز'' کا مختصر تعارف پیش ہے۔

''پیام مشرق'' (۱۹۲۳ء) نظموں غزلوں اور قطعات پر مشتمل ہے اس کے دیباچہ میں خود اقبآل نے کہا ہے کہ اس کی تصنیف کا محرک جرمن حکیم گوئٹے کا مغربی دیوان ہے۔ ''پیام مشرق'' کے موضوعات بھی وہی ہیں جو مثنوی کی صورت میں اسرار و رموز میں زیر بحث لائے گئے ہیں ان میں خودی اور بیخودی اور ان کے دیگر متعلقات ولوازمات مثلاً عشق، عقل، جنون، سخت کوشی، عمل پیہم، یقین کامل اور فقر و استغناء کا تذکرہ نظم، مخمس مسدس اور

دیگر اصناف کی صورت میں کیا گیا ہے۔

''پیامِ مشرق'' میں اقبالؔ کے افکار میں پختگی اور عظمت کا احساس ہوتا ہے اور ساتھ ہی شعریت کے اعتبار سے بھی یہ اسرار اور رموز دونوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔

''زبورِ عجم'' (۱۹۲۷ء) میں اپنا فلسفۂ حیات بقول عبدالواحد ''راگ اور نغمے'' کے پیکر میں پیش کیا ہے، ''زبورِ عجم'' کے چار حصّے ہیں پہلا اور دوسرا غزل اور نظموں پر مشتمل ہے، تیسرے حصّے میں ''گلشنِ راز جدید'' کے عنوان سے ایک مثنوی ہے جو شیخ محمودؔ شبستری کی مشہور تصنیف ''گلشن راز'' سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے آخری حصے کا عنوان ''بندگی نامہ'' ہے یہ بھی مثنوی کے قالب میں ہے۔ زبور کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اقبالؔ نے خود اس کے پڑھنے کی تلقین اپنے ایک اردو شعر میں اس طرح کی ہے۔

اگر ہے ذوق تو خلوت میں پڑھ ''زبورِ عجم''
فغانِ نیم شبی ہے نوائے راز نہیں

''جاوید نامہ'' ڈانتے کی ''ڈیوائن کامیڈی'' شیخ محی الدین عربی کی ''فتوحات مکیہ'' اور ابو العلا معری کے رسالہ ''الغفران'' سے متاثر ہو کر لکھا گیا ''ڈیوائن کامیڈی'' اور فتوحات مکیہ میں زیادہ تر توجہ بقائے حیاتِ انسانی کے مسئلے پر دی گئی ہے کتاب کے آخر میں ''خطاب بہ جاوید'' کے عنوان سے شاعر نے نژادِ نو کو پیغامِ حیات دیا ہے۔

جس میں زندگی اور موت، حیات و کائنات، عقل و عشق، علم و فکر، فقر و درویشی اور

خودی وبیخودی کے وہ سارے مسائل زیر بحث ہیں جو اقبال کی فکر کے اہم اجزاء ترکیبی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

''پس چہ باید کرد ای اقوام شرق'' (۱۹۳۶ء) کی شان تصنیف یہ ہے کہ ایک مرتبہ علامہ بغرض علاج بھوپال تشریف لے گئے ۔۳/اپریل ۱۹۳۶ء کی رات کو انہوں نے سر سید احمد خان کو خواب میں دیکھا۔ سر سید نے ان سے کہا کہ اپنی علالت کا ذکر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کرو اس کے بعد اقبالؔ نے بارگاہ رسالت میں کچھ شعر پیش کئے۔ تاہم انہوں نے بعد میں ملک وملت کے درپیش مسائل اور اس وقت کے سیاسی تناظر میں وقتاً فوقتاً کچھ اور اشعار بھی کہے جن کو یکجا کر کے مثنوی ''چہ باید کرد ای اقوام شرق'' کے نام سے شائع کی، یہ مثنوی اگرچہ مختصر ہے لیکن مضامین کی نوعیت، فکر، بصیرت اور فنی پختگی کے لحاظ سے ایک جامع تصنیف ہے۔

''ارمغان حجاز'' یہ شاعر مشرق کی اس طویل فکری مسافت کی آخری منزل ہے جس کا آغاز ''اسرار خودی'' سے ہوا تھا عمر کے آخری ایام میں علامہ کے قلب مضطر میں روضۂ اطہر کی زیارت کا ولولہ تڑپ رہا تھا لیکن علالت مانع سفر تھی اقبال کے طائر تخیل کے لئے جب ہفت افلاک کی حدود تنگ تھیں تو ہندوستان سے عرب تک کا سفر کس شمار میں تھا لہٰذا ان کا طائر فکر ذہنی اور تخیلی طور پر روضۂ حضور کی زیارت کرتا ہے اس طرح ہم اس کتاب کو ذہنی سفرنامۂ حجاز سے تعبیر کر سکتے ہیں ''ارمغان حجاز'' پانچ حصّوں میں ہے۔

علامہ اقبالؔ کے کلام کا مطالعہ اس بات کو عیاں کرتا ہے کہ وہ آنے والے قافلہ کے طائر پیش رو تھے۔ انہوں نے ملت کو نویدِ بہار دی اس کی مردہ رگوں میں زندگی کی حرارت پیدا کی رومیؔ کی طرح اسرارِ حیات فاش کیے اور فتنۂ عصر رواں کا وہی توڑ کیا جو رومیؔ نے دور قدیم میں کیا تھا۔ یہ نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ اس دانائے راز نے اپنے جاندار اور حیات بخش فلسفے سے اپنی افسردہ اور شکست خوردہ ملت کو ایک نئی زندگی کا پیغام دیا۔ اس کی اقدار زندگی کو دوبارہ زندہ کیا۔ اس کو ایک نصب العین سے آشنا کیا اور اس نصب العین کے حصول کے لئے ایک منظّم ضابطۂ حیات پیش کیا مگر یہ حقیقت اپنے جگہ اٹل ہے کہ انہوں نے اپنے پیغام کو حرف وصوت اور تخیل ونغمہ کے جس دلآویز قالب میں ڈھالا وہ کم شاعروں کو نصیب ہوا ہے وہ دنیا کے ان عظیم شعرا میں ہیں جن کا کلام فلسفہ وشعر کی ہم آہنگی کا شاہکار ہے۔ ان کے کلام میں فکرِ بلند کے ساتھ ساتھ جذبے کی حرارت بھی ہے اور شعورِ حسن کی دولت بیکراں بھی۔ علامہ کا فارسی کلام نہ صرف ان کے فلسفۂ حیات کی مکمل تفسیر ہے بلکہ ان کے جمالیاتی ذوق کی بھی پوری طرح آئینہ داری کرتا ہے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ علامہ کا تعارف بین الاقوامی سطح پر ان کی فارسی شاعری کا مرہون منت ہے۔

حد تو یہ ہے کہ بنیادی طور پر کلاسیکی زبان میں اظہار فکر کرتے کرتے بعض جگہ وہ جدید فارسی کے الفاظ و اصطلاحات نہایت چابکدستی سے استعمال کر جاتے ہیں جس کی بنیاد پر ان کے ایرانی نقاد بھی ان کی زباندانی کے معترف ہیں۔

نظم کی تعریف

نظم عربی زبان کا لفظ ہے۔لغت نویسوں نے نظم کے معنیٰ لڑی میں پرونا بتائے ہیں۔بعض حضرات کے نزدیک انتظام،ترتیب اور آرائش کا عمل بھی نظم کہلاتا ہے۔علمائے ادب نے متفقہ طور پر کلامِ موضوع کونظم قرار دیا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ نظم ایسی شاعرانہ تخلیق ہے جس میں شاعر کسی تصور کوموضوع اور ربط وتسلسل کے ساتھ بیان کرتا ہے اورنظم کا لفظ ادبی اصطلاح میں دو معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔اوّل یہ کہ نظم وہ صنف ہے جونثر کے برعکس ہوتی ہے یعنی نظم کے اسالیب اور ہئیت کے لحاظ سے نثر سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔دویم یہ کہ صنفِ غزل کوچھوڑ کر باقی تمام اصناف نظم کے دائرے میں آتی ہیں۔ جن میں مثنوی،مرثیہ،قصیدہ،رباعی،مسدس اورقطعہ وغیرہ شامل ہیں۔یعنی غزل کی طرح نظم کی کوئی ایک مخصوص ہئیت مقرر نہیں ہے۔

غزل کے برعکس نظم ایک ایک مصرعے سے مل کر بنتی ہے۔نظم کسی ایک موضوع یا مفہوم پر مشتمل ہوتے ہوئے بھی اپنے تسلسل سے منسلک رہتی ہے۔فارسی نظم نگاروں میں جامع کمال شعراء گذرے ہیں جن میں ایرجؔ مرزا، ملک الشعراء بہارؔ، پروینؔ اعتصامی، پژمانؔ، نیماؔ یوشیج،فرخؔی یزدی وغیرہ بہت مشہور ومعروف ہیں۔

☆

Unit - III (v)

انتخاب از اشعار اقبال

(۱) ”فصل بہار“

(۱)

خیز کہ در کوہ و دشت خیمہ زد ابر بہار
مست ترنم ہزار۔طوطی و دراج و سار
بر طرف جوئبار کشت گل و لالہ زار
چشم تماشا بیار
خیز کہ در کوہ و دشت خیمہ زد ابر بہار

(۲)

خیز کہ در باغ و راغ قافلۂ گل رسید
باد بہاران وزید مرغ نوا آفرید
لالہ گریبان درید حسن گل تازہ چید
عشق غم نو خرید
خیز کہ در باغ و راغ قافلۂ گل رسید

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خیز	اُٹھ	کوہ	پہاڑ
دشت	جنگل	چشم	آنکھ
فصل	موسم	دُرّاج	تیتر
سار	خوش آواز سیاہ پرند	طرف	کنارہ
جوئبار	نہر	کشت	بونا، اُگنا، کھیت
گُل	پھول	لالہ	پھول
تماشا	منظر	وزید	چلا، چلی
مرغ	پرند	نوا	آواز
درید	پھاڑا	حسن	خوبصورتی
تازہ	نیا	چید	چُنا
نو	نیا	خرید	خریدا
راغ	جنگل	رسید	پہنچا

☆

ترجمہ ۔ فصل بہار (۱)

اٹھو! (اور دیکھو) کہ پہاڑ اور جنگلوں میں موسم بہار خیمہ زن ہے اور ہر طرف بہار نے ڈیرہ ڈال دیا ہے۔طوطی، تیتر اور خوش آواز سیاہ پرندے بہار کی آمد پر خوشی اور مستی کے گیت گا رہے ہیں اور نہروں کے کناروں پر باغیچے لگے ہوئے ہیں اور پھلواریاں کھل رہی ہیں۔ان خوبصورت نظاروں کو دیکھنے کے لئے آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ کہسار و صحرا میں موسم بہار نے ڈیرہ ڈال دیا ہے۔

ترجمہ ۔ فصل بہار (۲)

اٹھو (اور دیکھو) کہ باغ اور صحرا میں گلوں کا موسم آ چکا ہے۔موسم بہار کی ہوائیں چل رہی ہے۔ایسے میں لالہ نے بھی اپنا گریبان چاک کر لیا ہے اور چمن کے تازہ پھولوں کا نکھار اور حسن عروج پر ہے اور سبھی محبت کے غم میں گرفتار معلوم ہوتے ہیں یعنی باغ کے تمام پرندے حسن چمن کے دیوانے ہو رہے ہیں۔اٹھو (اور دیکھو) کہ باغ اور صحرا میں گلوں کا موسم آ چکا ہے۔

مشق :

۱۔ مندرجہ بالا دو بندوں میں سے ایک بند کو لکھ کر مشق کریں اور زبانی یاد کریں۔

۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

طوطی	فصل	دُرّاج	چشم	کوہ	دشت
خیمہ	قافلہ	مرغ	تازہ	مست	راغ

سوالات :

سوال۔۱ اوّل بند کی تشریح کیجئے؟

سوال۔۲ شاعر کے موسم بہار کی منظر کشی کو اپنے الفاظ میں لکھئے؟

سوال۔۳ کون کون سے پرندے مست ہو کر گا رہے ہیں؟

سوال۔۴ دوسرے بند کی اپنے الفاظ میں تشریح کیجئے؟

سوال۔۵ نہر کے کنارے کیا اگ رہا ہے؟

سوال۔۶ ابر بہار کہاں کہاں خیمہ زن ہے؟

سوال۔۷ قافلۂ گل کہاں پہنچا ہے؟

سوال۔۸ حسن نے کیا چیز چُنی ہے؟

سوال۔۹ عشق نے کیا خریدا ہے؟

☆

محاوره مابین خدا و انسان

(۱) خدا

جہان را ز یک آب و گل آفریدم — تو ایران و تاتار و زنگ آفریدی

من از خاک پولاد ناب آفریدم — تو شمشیر و تیر و تفنگ آفریدی

تبر آفریدی نہال چمن را

قفس ساختی طائر نغمہ زن را

(۲) انسان

تو شب آفریدی چراغ آفریدم — سفال آفریدی ایاغ آفریدم

بیابان و کہسار و راغ آفریدی — خیابان و گلزار و باغ آفریدم

من آنم کہ از سنگ آئینہ سازم

من آنم کہ از زہر نوشینہ سازم

☆

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

مابین	درمیان	من	میں
از	سے	آب	پانی
و	اور	گِل	مٹی
یک	ایک	آفرید	پیدا کیا
م	میں	خاک	مٹی
پولاد	فولاد (لوہا)	ناب	خالص
شمشیر	تلوار	تفنگ	بندوق
تبر	ایک قسم کی کلہاڑی	نہال	پودا
چمن	باغ	قفس	پنجرہ
طائر	پرندہ	را	کو
شب	رات	چراغ	دِیا
سِفال	مٹی کا برتن	ایاغ	شراب کا پیالہ
بیابان	جنگل	کوہسار	پہاڑی علاقہ
راغ	جنگل	خیابان	پارک، چمن، کیاری

ترجمہ (۱) ۔ خدا

خداانسان سے کہہ رہاہے کہ میں نے دنیا کوایک طینت (پانی اورمٹی) سے پیدا کیا ہے۔اس جہان میں سب برابراور یکساں ہیں لیکن اے انسان تونے اس دنیامیں لوگوں کو ایرانی،تاتاری اورزنگی جیسے مختلف ناموں میں بانٹ دیاہے۔میں نے خالص فولاد پیدا کیا ہےتونے اس فولاد سے تیر،تلواراورتفنگ بناڈالے۔اے انسان تونے اپنی بےرحم فطرت کے ہاتھوں مجبورہوکرچمن کے درختوں کوکاٹنے کے لئے اسی فولاد سےکلہاڑی بناڈالی اور خوش الحان پرندوں کوقیدکرنے کے لئے اس فولاد سےان کے پنجرے بھی بنادئے۔

ترجمہ (۲) ۔ انسان

خداوندتعالیٰ کی ایسی بات سن کرانسان اپنے جواب میں کہتا ہے۔اے خدا تونے رات بنائی تو میں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے اس رات کی تاریکیوں میں روشنی بکھیرنے کے لئے چراغ بنائے۔اے خداتونےمٹی پیدا کی تو میں نے اسی مٹی سے پیالہ اوردوسرے برتن بنالئے۔تو نے بیابان کہسار اور جنگل پیدا کئے ہیں تو میں نے ان کو پھولوں کا چمن، کیاریاں اورگلزار ولالہ زار بنادیاہے۔اے خدامیں وہ ہوں جس نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے پتھرکوصیقل کرکے آئینہ بنادیاہےاورزہر سےتریاق پیدا کردیاہے۔

☆

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ کولکھ کر مشق کریں۔

محاورہ	پولاد	ناب	شمشیر	تبر	تفنگ
نہال	قفس	چمن	نغمہ	شب	سفال
ایاغ	بیابان	کوہسار	راغ	خیابان	سنگ

سوالات :

سوال۔۱ خدا نے کیا کیا چیزیں بنائی ہیں؟

سوال۔۲ انسان نے خداداد صلاحیتوں سے کیا کیا چیزیں بنائی ہیں؟

سوال۔۳ دنیا کس چیز سے پیدا ہوئی؟

سوال۔۴ انسان نے قفس کس کے لئے بنایا؟

سوال۔۵ انسان نے پتھر سے کیا بنایا؟

☆

سوانح بزمؔی ٹونکی

سید زین الساجدین ابن حمید احسن متخلص بہ بزمؔی ٹونکی ۲۳/اپریل ۱۹۳۱ء کو راجستھان کے مردم خیز ضلع ٹونک میں پیدا ہوئے۔ پرورش و پرداخت والد محترم کے سایۂ عاطفت میں پائی۔ بزمؔی کو اپنے نانا مولانا سید محمد طلحہ کی شفقت حاصل رہی جو اورینٹل کالج لاہور کے پروفیسر تھے اور عربی و فارسی دونوں زبانوں کے ماہر تھے، اس کے علاوہ مولانا منظور احمد کوثر سندیلوی، مولانا احمد ہاپوڑی اور مولانا رضی وغیرہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ دس نومبر ۲۰۱۱ء کو بزمؔی نے اس جہانِ فانی کو خیر باد کہا۔ بزمؔی ٹونکی نے غزل و رباعی، قصیدہ سبھی اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے اور ان کے لوازمات کو اپنی شاعری میں نہایت خوبی سے استعمال کیا ہے۔ وہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ بزمؔی تصوف کے رمز آشنا تھے، ان کی شاعری میں تصوف کے مسائل نہایت خوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اپنی بات کو نہایت سادہ اور سلیس زبان میں کہتے ہیں لیکن اس سادگی میں بھی زبان کا چٹخارہ اور ادبی چاشنی کا لطف موجود ہے۔ بندش کی چستی، عمدہ تراکیب نیز تشبیہ واستعارے کی برجستگی ان کے کلام کا نمایاں وصف ہے، ان کی شاعری میں قرآنی آیات، احادیث اور اصطلاح تصوف کا برمحل استعمال ان کی وسعت مطالعہ، بلندی تخئیل اور

قادر الکلامی پر دال ہے۔ وہ شہر دلبراں کو حدیث دیگراں کے پیرایہ میں ایسی دلکش شاعرانہ زبان میں استعمال کرتے ہیں کہ زبان سے بے ساختہ ع

از دل خیزد بردل ریزد

نکل جاتا ہے۔فرماتے ہیں :

تبسم بر لب است وچشم پُرنم

بدین دوحرف از من داستان است

ابن احسن بزمؔی راجستھان کے فارسی شاعروں میں ادبی، علمی، فنی اعتبار سے ایک ایسے شاعر تھے جو راجستھان میں فارسی شاعری کے پاسبان تھے۔

☆

(vi) انتخاب از کلامِ بزمیؔ ٹونکی

نظم ۔ تصوف

چہ خوش گفتہ ابو قاسم جنید شیخ بغدادی	خدا رحمت کُند آن کاملِ راہِ طریقت را
کسے گر آرزُو دارد کہ باشد صوفی کامل	بورزد بہر تکمیل صفا این ہشت خصلت را
بداند مقصدِ ''مِمَّا تُحِبُّون'' از کلام حق	برسمِ حضرت ابراھیمؑ میخواہد سخاوت را
سرِ خُود را نہد پیش قضا بہر رضائے حق	رضا چون حضرت اسمٰعیلؑ آموزد طبیعت را
بہر یک امتحانِ غم بماند صابر وشاکر	دہد چوں حضرتِ ایوبؑ ذوق صبر طینت را
نیاید حرفِ اُف برلب دو پارہ ہم اگر گردد	بداند رَمز چوں حضرت زکریاؑ اشارت را
زاَقرب اجنبی گشتن مسافر در وطن بودن	بطور حضرتِ یحییٰؑ بورزد وضع غربت را
شود بے ساز وسامان کاسۂ وشانہ بینداز د	برنگ حضرت عیسیٰؑ بیاموزد سیاحت را
پیٔ ردِّ تکاثر بہر نفس ناطقہ باید	زثوب صوف پوشد چوں کلیم اللہؑ جسامت را
کند ''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ'' جزوِ جانِ خویشتن صوفی	بطورِ فخر ورزد فعلِ ایں ختمِ رسالتؐ را

☆

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
صوفی : اون کا کپڑا پہننے والا ۔ فقیروں کی اصطلاح میں وہ شخص جو اپنے دل میں خدا کے سوا کسی کا خیال نہ آنے دے اور اپنی طبیعت کو دنیا کی آلائش سے پاک وصاف کرے۔			
خوش	اچھا	گفتہ	کہا ہوا
کند	کرتا ہے	آن	وہ
راہ	راستہ	کسے	کوئی شخص
دارد	رکھتا ہے	باشد	ہو، ہوگا
بورزد	اختیار کرتا ہے	ہشت	آٹھ
خصلت	عادت	بداند	جانتا ہے
مقصد	کام	ممّا تحبّون	جو تم پسند کرتے ہو
سخاوت	بخشش	خود	اپنا
نہد	رکھتا ہے	پیش	آگے، پہلے
قضا	حکم خدا	حق تعالیٰ	اللہ تعالیٰ
آموزد	سیکھتا ہے	بماند	رہتا ہے

دہد	دیتا ہے	صابر	صبر کرنے والا
شاکر	شکر کرنے والا	طینت	عادت
نیاید	نہیں آتا ہے	لب	ہونٹ
چہ	کیا	دوپارہ	دوٹکڑے
رمز	اشارہ	اقرب	بہت زیادہ قریب
گشتن	ہونا	مسافر	سفر کرنے والا
در	میں	بودن	ہونا
طور	طریقہ	شود	ہوجائے
کاسہ	پیالہ	شانہ	کنگھی، کنگھا
سیاحت	گھومنا، سفر	تکاشر	بہتات، زیادتی
نفس	جان	ناطقہ	بولنے والی
ثوب	کپڑا	صوف	اون
کلیم اللہ	لقب حضرت موسیٰؑ	جُزو	حصہ
الفقر فخری	مقولہ ہے فقر میرے لئے باعث فخر ہے	خویشتن	اپنا

فعل	کام	این	یہ

ترجمہ ۔ تصوف نظم

''الفقر فخری'' مقولہ پر شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی نے کیا اچھی بات کہی ہے۔خدا راہِ طریقت کے اس مرد کامل پر رحمت کرے۔

وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صوفی کامل بننے کی آرزو رکھتا ہے تو صفائی باطن کے لئے ان آٹھ خصلتوں کو اختیار کرے۔

کلام اللہ شریف کی آیت ''لن تنالوا البرّ حتّی تُنفقوا ممّا تحبّون'' (ترجمہ : ہرگز تم نیکی نہیں پا سکتے ہو تب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو) کا مقصد سمجھے اور حضرت ابراہیم کی طرح سخاوت اختیار کرے۔

اللہ کی رضا کے لئے اپنے سر کو اس کے سامنے جھکا دے۔اور حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح اپنی طبیعت کو راضی برضاء الٰہی ہونے کی طرف راغب کرے۔

ہر آزمائش میں انسان کو صابر اور شاکر رہنا چاہیئے تا کہ حضرت ایوّبؑ کے صبر کی طرح تیرے مزاج میں بھی صبر کا ذوق پیدا ہو جائے۔

اور اگر تیرے دو ٹکڑے بھی ہو جائیں تو تیری زبان سے اُف بھی نہ نکلے۔حضرت زکریا کی طرح تو بھی اپنے محبوب کے اشارے کا رمز جان لے۔

اور اگر حضرت یحییٰؑ کی مانند غربت (مسافرت) کے آداب سیکھنا چاہتا ہے۔تو

رشتے داروں سے اجنبی ہو جا اور دنیا میں خود کو مسافر سمجھ اور بالکل بے ساز و سامان بن جا اور پیالہ اور کنگھی یعنی ضرورت کا معمولی سامان بھی پھینک دے اور حضرت عیسیٰؑ کے رنگ میں آ کر سیاحت کا طریقہ سیکھ۔

نفس ناطقہ کی مخالفت اور دشمنی کرنا چاہتے ہو تو حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ کی طرح خود کو اون کا لباس یعنی معمولی لباس پہناؤ۔

صوفی کو ''الفقر فخری'' (فقیری پر مجھے فخر ہے) کو اپنی جان کا جزو بنانا چاہیے۔ یہ کام ''خاتم المرسلینؐ'' نے فخر کے طور پر اپنایا ہے۔

مشق :

۱۔ مذکورہ اشعار میں سے تین شعر حفظ یاد کریں اور لکھ کر مشق کریں۔

۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو پانچ پانچ بار لکھیں۔

ابو قاسم	جنید	شیخ بغدادی	راہ طریقت
صوفی	خصلت	سخاوت	پیش
قضا	رضاء حق	امتحانِ غم	طینت
کلیم اللہ	ناطقہ	سیاحت	کاسہ
خویشتن	رمز	اقرب	الفقر فخری

سوالات :

سوال۔۱ تصوف نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھئے؟

سوال۔۲ ''الفقر فخری'' کا مفہوم لکھئے؟

سوال۔۳ ''ممّا تحبّون'' سے کیا مراد ہے؟

سوال۔۴ صنعت تلمیح کے اشعار کی نشاندہی کیجئے؟

سوال۔۵ شیخ جنید کہاں کے رہنے والے تھے؟

☆

رباعی

رباعی عربی کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنیٰ چار چار کے ہیں۔شاعری کی اصطلاح میں رباعی اس صنف سخن کا نام ہے جس میں مخصوص وزن کے چار مصرعوں میں ایک خیال ادا کیا جاتا ہے گویا رباعی فارسی کی وہ مختصر ترین صنف سخن ہے جس میں مقررہ اوزان ، وحدت خیال اور تسلسل بیان کی پابندی از حد ضروری ہے۔

فارسی کے تمام علماء فن اس بات پر متفق ہیں کہ رباعی کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے لیکن اگر تیسرے مصرعے میں قافیہ لایا جائے تو عیب نہیں بلکہ قدماء کے نزدیک مستحسن ہے فارسی کے قدیم ترین تذکرے ''لباب الالباب'' کے مؤلف محمد عوفؔی کی منتخب شعراء کی رباعیات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ عنصرؔی وفرخؔی کے عہد تک بیشتر شعراء چاروں مصرعوں میں قافیہ لاتے تھے فارسی کے رباعی گو شعراء میں ابوسعؔید ابوالخیر، خیاؔم وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

☆

سوانح حضرت سرمدؒ

سرمدؒ کا نام محمد سعید تھا۔ یہ ایک ایرانی نسل یہودی تھے، میر ابوالقاسم اور ملا صدر کی توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ سرمد تقریباً ۱۶۳۰ء میں ایران سے سندھ وارد ہوئے اور ایک نوجوان ابھے چند کے عشق میں مبتلا ہوئے۔ سندھ سے انھوں نے لاہور اور اس کے بعد حیدرآباد کا سفر کیا اور بالآخر دہلی میں قیام پذیر ہو گئے۔ یہاں پر انھوں نے داراشکوہ کی مصاحبت اختیار کی۔ داراشکوہ کے قتل کے بعد اورنگزیبؒ کے عہد حکومت میں ان کی برہنگی اور بعض رباعیات کی وجہ سے علماء نے ان کے قتل کا فتویٰ صادر کیا اور ۱۶۵۹ء میں انہیں قتل کر دیا گیا۔

سرمدؒ نے اپنی رباعیات میں مسائل تصوف کو نہایت سہل اور پُر اثر زبان میں بیان کیا ہے۔ ان رباعیات میں حکایات وصل و ہجر بھی ہیں اور رندی و سرمستی بھی وہ ہمیشہ خرد کی بخیہ گری سے محترز اور راہِ حق کے سالکوں کے سدّ راہ بنے رہے، ظاہر داروں کی پردہ دری نہایت جوش و خروش سے کرتے ہیں۔ ان کی رباعیات میں افکار و خیال کی حشر سامانیاں اور زبان و بیان کے اعجاز کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ سرمدؒ نے اپنی رباعیات میں واردات قلبی کو پیش کرنے میں ملمع سازی سے کام نہیں لیا ہے بلکہ اسے صاف صاف بیان کیا ہے۔

(vii) انتخاب از رباعیات سرمدؒ

رباعیات

(۱)

آن کہ ترا شکوہ سلطانی داد　　مارا ہمہ اسباب پریشانی داد
پوشاند لباس ہرکرا عیبی دید　　بی عیبان را لباس عریانی داد

(۲)

راضی دل دیوانہ بہ تقدیر نشد　　فارغ زخیال وفکر وتدبیر نشد
ایّام شباب، رفت باقی است ہوس　　ما پیر شدیم وآرزو پیر نشد

ترجمہ ۔ رباعی (۱)

وہ جس نے تجھے شاہی شان وشوکت عطا کی ہے (اسی نے) ہمیں ہر طرح کی پریشانی دی ہیں۔ جن لوگوں کے اندر اس نے عیب دیکھا ہے ان کو پہننے کے لئے لباس دیا ہے اور (ہمارے جیسے) بے عیبوں کو لباس عریانی بخشا ہے۔ اس رباعی میں سرؔمد اپنے ننگے رہنے کا جواز پیش کر رہے ہیں کہ جس کے بدن میں داغ یا دھبہ ہوتا ہے وہ اس کو چھپانے

کی غرض سے ظاہری لباس پہنتا ہے۔میرا جسم چونکہ عیبوں سے پاک ہے اس لئے مجھے کسی لباس کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ ۔ رباعی (۲)

(ہمارا) پاگل دل تقدیر (الٰہی) پر راضی (برضا) نہ ہوا اور وہم، فکر اور (لاحاصل) تدبیروں سے فارغ نہ ہوا۔ جوانی کے دن چلے گئے لیکن (اب بھی) ہوس باقی ہے، (اگر چہ) ہم بوڑھے ہوگئے ہیں پھر بھی ہماری خواہش بوڑھی نہیں ہوئی ہے۔

مشکل الفاظ ومعانی

آن	وہ	ترا	تجھ کو
شکوہ	شان وشوکت	داد	دیا، دی
ما	ہم	را	کو
ہمہ	تمام	پوشاند	پہنایا
دید	دیکھا	عریانی	برہنہ، ننگا

☆

مشق :

۱۔ رباعیات لکھ کر مشق کریں اور حفظ یاد کریں۔

۲۔ مندرجہ الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

شکوہ	سلطانی	اسباب	پریشانی
پوشاند	لباس	عیبی	عریانی
راضی	تقدیر	دیوانہ	فارغ
تدبیر	ایام شباب	ہوس	آرزو

سوالات :

سوال۔۱ رباعی کی تعریف کیا ہے؟ تحریر کیجئے۔

سوال۔۲ سرمدؔ کون ہیں؟ تحریر کیجئے۔

سوال۔۳ سرمدؔ کی رباعی (۱) سے کیا سبق حاصل ہوتا ہے؟

سوال۔۴ دونوں رباعیات کا ترجمہ اپنی زبان میں تحریر کرو؟

☆☆☆

Unit - IV

قواعد

Unit - (iv)

(i) صفت

وہ لفظ ہے جس سے کسی اسم کی تعریف اچھائی یا برائی کی جائے جیسے تیز،نو،خوب،گرم،سرد،
ضعیف،قوی وغیرہ۔

موصوف

جس اسم کی صفت بیان کی جائے اس کو موصوف کہتے ہیں۔ فارسی میں پہلے
موصوف پھر صفت لائی جاتی ہے۔فارسی میں موصوف کے نیچے زیر ہوتا ہے جیسے

اسپ چالاک	چالاک گھوڑا	اس میں اسپ موصوف ہے اور چالاک اس کی صفت ہے
خط خوب	اچھا خط	
نان گرم	گرم روٹی	
آب خنک	ٹھنڈا پانی	
رنگ سرخ	سرخ رنگ	
مرد ضعیف	کمزور آدمی	

اسم معرفہ

وہ اسم ہے جو کسی خاص آدمی، جگہ یا چیز کا نام ہو مثلاً دہلی، حاتم، مسعود، گنگا، جمنا، اجمیر، ٹونک، آگرہ، جے پور وغیرہ۔

اسم نکرہ

وہ اسم ہے جو ایک ہی طرح کی بہت سی چیزوں کے لئے استعمال ہو جیسے مرد، زن، طفل، مسجد، مدرسہ، محکمہ وغیرہ۔

ماضی

ماضی کے لغوی معنیٰ گذشتہ، گذرا ہوا زمانہ کے ہیں۔

ماضی اس کام کو کہتے ہیں جو گذرے ہوئے زمانے میں کیا جائے۔ مثلاً آمد، رفت، شد، گفت، نشست۔

فارسی زبان میں ماضی کی چھ قسمیں ہوتی ہیں (۱) ماضی مطلق (۲) ماضی قریب (۳) ماضی بعید (۴) ماضی شکّی یا احتمالی (۵) ماضی استمراری یا ناتمام (۶) ماضی تمنائی۔

(۱) **ماضی مطلق** : وہ ماضی ہے جس میں گذرا ہوا زمانہ بغیر قریب یا دور کی قید کے پایا جائے جیسے رفت گیا۔ اس کے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ :

نون کو جب دور مصدر سے کیا
ماضی مطلق کا صیغہ بن گیا

مصدر کا ''نون'' دور کر کے پہلے حرف کو ساکن کرنے سے ماضی مطلق کا واحد غائب بن جاتا ہے جیسے آمدن سے آمد، رفتن سے رفت باقی ضمیریں لگا کر صیغے بن جاتے ہیں۔ مثلاً

آمد	وہ آیا
آمدند	وہ آئے
آمدی	تو آیا
آمدید	تم آئے
آمدم	میں آیا
آمدیم	ہم آئے

(۲) ماضی قریب : وہ ماضی ہے جس میں زمانہ ابھی ابھی گذرا ہو اور وہ حال کے قریب ہو، اس کو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ :

ماضی مطلق پہ جب آتا ہے است
بنتی ہے ماضی قریب اے حق پرست

ماضی مطلق کے صیغہ واحد غائب پر ''ہ'' اور ''است'' بڑھا دیتے ہیں اور پھر باقی

ضمیریں صیغوں کے اعتبار سے لگاتے رہتے ہیں مثلاً آمد سے

آمدہ است	وہ آیا ہے
آمدہ اند	وہ آئے ہیں
آمدہ ای	تو آیا ہے
آمدہ اید	تم آئے ہو
آمدہ ام	میں آیا ہوں
آمدہ ایم	ہم آئے ہیں

(۳) : ماضی بعید : وہ ماضی ہے جس میں گذرے ہوئے زمانہ کو ایک لمبا عرصہ ہوا ہو۔اس کو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ

بود جب ماضی پہ آیا اے سعید
یاد رکھو وہ بن گئی ماضی بعید

یعنی ماضی مطلق کے واحد غائب پر ''ہ'' اور ''بود'' بڑھا دیتے ہیں اور باقی علامتیں صیغوں کے اعتبار سے بڑھاتے رہتے ہیں مثلاً

آمدہ بود	وہ آیا تھا
آمدہ بودند	وہ آئے تھے
آمدہ بودی	تو آیا تھا

آمدہ بودید	تم آئے تھے
آمدہ بودم	میں آیا تھا
آمدہ بودیم	ہم آئے تھے

(۴) **ماضی شکّی** : اس کو ''ماضی احتمالی'' بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ ماضی ہے جس گذرے ہوئے زمانہ میں کام کے ہونے یا نہ ہونے کا شک پایا جائے۔ اس کو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ

آئے جب ماضی پہ باشد اے ہمام

احتمالی اور شکیہ ہو نام

یعنی ماضی مطلق کے واحد غائب پر ''ہ'' اور ''باشد'' بڑھا کر واحد غائب کا صیغہ بنا لیتے ہیں اور باقی صیغوں کی علامتیں صیغوں کے اعتبار سے بڑھاتے رہتے ہیں مثلاً آمد سے

آمدہ باشد	وہ آیا ہوگا
آمدہ باشند	وہ آئے ہوں گے
آمدہ باشی	تو آیا ہوگا
آمدہ باشید	تم آئے ہوگے
آمدہ باشم	میں آیا ہوں گا
آمدہ باشیم	ہم آئے ہوں گے

(۵) ماضی استمراری : اس کو ''ماضی ناتمام'' بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ ماضی ہے جس گذرے ہوئے زمانہ میں کام کا ہونا بار بار سمجھا جائے یا یوں کہیں کہ گذرے ہوئے زمانہ میں کام کا مکمل ہونا نہ پایا جائے۔ اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ

مل کے می اول ہو ماضی ناتمام

جو ہے استمراری نزدِ خاص و عام

یعنی ماضی مطلق کے تمام صیغوں میں ''می'' یا ''ہمی'' بڑھا دیا جاتا ہے۔ مثلاً آمد سے

می آمد	وہ آتا تھا
می آمدند	وہ آتے تھے
می آمدی	تو آتا تھا
می آمدید	تم آتے تھے
می آمدم	میں آتا تھا
می آمدیم	ہم آتے تھے

(٦) ماضی تمنّائی : یہ وہ ماضی ہے جس میں کام کرنے کی آرزو یا شرط گذرے ہوئے زمانہ میں پائی جائے۔ اس کو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ

ماضی کے آخر میں ''ے'' آئے اگر

ہو تمنائی بلاخوف و خطر

یعنی ماضی مطلق کے صیغوں کے آخر میں یائے مجہول ''ے'' اس میں بڑھا دیتے ہیں۔اس کے صرف تین ہی صیغے ہوتے ہیں مثلاً آمد سے

آمدے	کاش وہ آتا
آمدندے	کاش وہ آتے
آمدمے	کاش میں آتا

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی
ماضی	گذرا ہوا زمانہ
غائب	جو موجود نہ ہو
مثلاً	مثال کے طور پر
است	ہے
بعید	دور

بود	تھا
باشد	ہوگا

سوالات :

سوال۔۱ ماضی کس کو کہتے ہیں؟

سوال۔۲ ماضی تمنائی کی تعریف بیان کریں؟

سوال۔۳ ماضی بعید بنانے کا قاعدہ بتائیے؟

سوال۔۴ ماضی احتمالی کس طرح بنائی جاتی ہے؟

سوال۔۵ ماضی احتمالی کا دوسرا نام کیا ہے؟

سوال۔۶ ماضی قریب بنانے کا کیا قاعدہ ہے؟

سوال۔۷ ماضی استمراری کیسے بنتی ہے؟

سوال۔۸ ماضی مطلق بنانے کا کیا قاعدہ ہے؟

☆

(ii) تشبیہ

تشبیہ اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں ایک یا کئی چیزوں کو دوسری چیزوں سے کسی بات یا خوبی کی وجہ سے مثال دے کر مقابلہ کیا جائے جیسے ''یا مین مانندِ شیر است''۔ یہاں یامین کا مقابلہ شیر سے کیا گیا ہے۔اس کے پانچ اجزاء ہوتے ہیں۔(۱) مشبہّ وہ شخص یا چیز جس کو تشبیہ دی جائے (۲) مشبہّ بہٖ وہ شخص یا چیز جس سے تشبیہ دی جائے (۳) حرف تشبیہ وہ حرف یا حروف جو تشبیہ ظاہر کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہوں (۴) وجہ شبہ۔وہ وصف جس میں تشبیہ دی گئی ہو جیسے نزاکت (۵) وجہ تشبیہ وہ وصف جس میں تشبیہ دی گئی ہو جیسے یامین مانند شیر است ہے۔اس میں یامین مشبہّ ہے۔شیر مشبہّ بہٖ ہے۔مانند حرف تشبیہ ہے اور بہادری وجہ تشبیہ ہے یا وجہ مشبہّ ہے۔

مثال اردو

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

☆

مثال فارسی

تشبیہ تو ان کرد بصحن چمنش
لیکن چو نظر کنی در ینجا سخن است

تلمیح

جہاں کسی آیت قرآنی یا حدیث یا قصّہ یا مسئلہ یا تصور کی طرف اشارہ ہو جس کے بغیر بات پوری طرح سمجھ میں نہ آئے اس کو تلمیح کہتے ہیں جیسے شعر

مثال فارسی　　من ازان حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم

که عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے قرآنی قصّہ کی طرف اشارہ ہے۔

مثال اردو　　واقعاتِ طور سے ملتا ہے ہم کو یہ پتہ

اس کا جلوہ عام بھی ہے اس کا جلوہ خاص بھی

اشتقاق

اشتقاق اس صنعت کو کہتے ہیں جہاں چند الفاظ ایک ہی مادہ یا مصدر سے مشتق کر کے کسی جملہ یا شعر میں استعمال کریں اور اس اصل مادہ کے کئی معنیٰ ہوں تو اشتقاق کے وقت کسی خاص معنیٰ کو ملحوظ رکھیں جیسے

مثال فارسی　　مداحی ذات تو اقسام عبادات

قسمی است کہ قسام ازل قسمت ما کرد

☆

مثال اردو　　　اے بخت تو جاگ اور جگا ہم کو پھر
جاگیں گے نہ تا حشر جگائے سے کسو کے

حسنِ تعلیل

وہ صنعت ہے جس میں کسی بات کا اصلی سبب تو کچھ ہو مگر شاعرانہ طور پر کچھ اور سبب بیان کیا گیا ہو۔

مثال فارسی　　　لالہ کہ بدل گرہ شدش دُود
از آہِ من است حسرت آلود

☆

مثال اردو　　　ہو رہا ہے ہائے میرا ماتمِ تشنہ لبی
رو رہا ہو خود بخود شیشے سے مل کر جام بھی

چونکہ شراب بوتل سے گلاس میں ڈالی جاتی ہے۔ مگر یہاں شاعرانہ طور پر شیشے سے جام میں شراب الٹنے کو ماتم سے تشبیہہ دی ہے اور رونے سے مراد لی ہے۔

☆

تجاہلِ عارفانہ

کسی چیز سے جان بوجھ کر انجان بننے کو تجاہلِ عارفانہ کہتے ہیں جیسے غالبؔ نے کہا تھا۔

مثال فارسی　　سروگلزار ارم یا قامت دلجوست این
زلف مشکین یا کمند گردن آہوست این

☆

مثال اردو　　موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

غالبؔ کو رات بھر نیند نہیں آنے کی وجہ معلوم ہے مگر جان بوجھ کر انجان بن رہے ہیں۔

تضاد

کلام میں ایسے دو الفاظ لائے جائیں جو معنیٰ کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد ہوں مگر مطلب میں فرق نہ آئے۔

مثال فارسی　　چو قومی یکی بیدانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

اس شعر میں کہ اور مہ میں صنعت تضاد ہے۔

مثال فارسی   شمشیر نیک زآہن بدچون کند کسی
تاکس بتربیت نشود ای حکیم کس

☆

مثال اردو   محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

یہاں مرنا اور جینا اور جینا اور دم نکلنا ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر اس سے مطلب میں فرق نہیں آیا۔

سوالات :

سوال۔۱   تشبیہ کسے کہتے ہیں؟

سوال۔۲   تلمیح کی تعریف تحریر کیجئے؟

سوال۔۳   اشتقاق کسے کہتے ہیں؟

سوال۔۴   حسن تعلیل کا کوئی شعر لکھئے؟

سوال۔۵   تجاہل عارفانہ کسے کہتے ہیں؟

سوال۔۶   تضاد کی تعریف کیجئے اور مثال دے کر واضح کیجئے؟

☆☆☆

نگارستانِ فارسی

NIGARISTAN-i-FARSI

برائے جماعت دوازدہم

(بارہویں جماعت کے لئے)

For Class XII th

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر

Board of Secondary Education Rajasthan, Ajmer

کمیٹی برائے ترتیبِ درسی کتاب

نگارستانِ فارسی

NIGARISTAN-i-FARSI

برائے جماعت دوازدہم (بارہویں جماعت کے لئے)

For Class XII th

مرتّبین

ڈاکٹر صولت علی خان (کنوینر)

Dr. Saulata Ali Khan (Convener)

Director, MAAPRI Tonk (Raj.)

صاحبزادہ شوکت علی خان

Sz. Shaukat Ali Khan

Founder Director

MAAPRI Tonk (Raj.)

پروفیسر عمر کمال الدین

Prof. Umar Kamaluddin

Head, Deptt. of Persian

Lucknow University,

Lucknow (U.P.)

ثروت علی خان

Sarwat Ali Khan

Lecturer URDU

Govt. Senior Sec. School, Indargarh,

Bundi (Rajasthan)

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر

Board of Secondary Education Rajasthan, Ajmer

کمیٹی برائے ترتیبِ نصاب

اردو و فارسی

برائے جماعت یازدہم و دوازدہم

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر

For Class XI th and XII

کنوینر

ڈاکٹر معین الدین شاہینؔ

Govt. Dungar College, Bikaner (Rajasthan)

اراکین

ڈاکٹر صولت علی خان

Director, MAAPRI, Tonk (Rajasthan)

ڈاکٹر شاہد الحق چشتی

Principal, Govt. Higher Sec. School Gagwana (Ajmer)

ڈاکٹر خورشید جہاں نقوی

Associate Professor, Maharani College Jaipur

محمد صادق

Govt. Higher Sec. School Ramsar (Ajmer)

دولفظ

طالبِ علم کے لئے درسی کتاب منظّم مطالعے اور مبصّرانہ صلاحیت کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔مواد اور طریقۂ تعلیم کی رو سے درسی کتاب کے معیار کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔درسی کُتب کو دقیق (مشکل) اور محض مدح قدح کی مثال نہیں بنانا چاہیے۔درسی کتاب آج بھی درس وتدریس اور طریقۂ تعلیم کا ضروری اور اہم ذریعہ ہے جسے ہم نظرانداز نہیں کرسکتے۔

گذشتہ کچھ برسوں سے مادھیمک شکشا بورڈ، راجستھان کے نصاب میں لسانی اور تہذیبی اقدار کی نمائندگی کی کمی شدّت سے محسوس کی جارہی تھی۔تاہم صوبائی حکومت نے نویں جماعت سے بارہویں جماعت تک کے طلبا وطالبات کے لیے بذریعہ مادھیمک شکشا بورڈ راجستھان، اپنا نصاب مرتب کرکے نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اسی کے مطابق بورڈ نے درسی کتب، تسلیم شدہ نصاب کے مطابق تیار کرائی ہیں۔امید ہے کہ یہ کتب طلباء وطالبات میں فکر وتدبّر اور اظہار خیال کی صلاحیت کے روشن مواقع فراہم کریں گی۔

پروفیسر بی.ایل. چودھری

صدر

مادھیمک شکشا بورڈ راجستھان، اجمیر

پیش لفظ

مادھیمک شکشا بورڈ راجستھان، اجمیر کے زیرِ اہتمام تیار کردہ پیشِ نظر یہ کتاب ''نگارستانِ فارسی'' بارہویں جماعت کے فارسی طالب علموں کی نصابی ضرورت کی تکمیل کے لیے مرتب کی گئی ہے۔اس کا خاص مقصد یہ ہے کہ طلبہ و طالبات کے اخلاقی کردار کو سنوارا جا سکے جس سے وہ بھارت کے بہترین ناگرک بننے کے ساتھ ساتھ بھارت کی گنگا جمنی تہذیب و تمدن اور ثقافت سے روشناس بھی ہوں اور ان میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا ہو سکے اور طلباء و طالبات کو فارسی زبان و ادب سے متعلق نہ صرف ضروری اطلاعات فراہم ہوں بلکہ ان کی علمی، فکری اور تخلیقی صلاحیتوں میں بھی اضافہ ہو۔نصاب میں شامل اسباق کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ وہ فارسی ادب کی اہم اصناف کے تعارف پر مبنی ہوں۔اس سلسلے میں ان اصناف کے معروف اور نمائندہ ادباء و شعراء کی نگارشات کو شاملِ نصاب کیا گیا ہے۔

طلباء و طالبات پر نصاب کا بار زیادہ نہ ہو اس لئے اختصار کو ملحوظِ خاطر اور معیار کا مکمل خیال رکھا گیا ہے۔اسباق کے انتخاب میں طالب علموں کی آسانی کے لئے فارسی زبان کی استعداد اور ذخیرۂ الفاظ میں بتدریج اضافے کا خاص خیال رکھا ہے۔سبق سے پہلے اصناف ادب اور مصنف یا شاعر کا تعارف کرایا گیا ہے۔سبق کے بعد مشکل الفاظ کے معانی، ترجمہ، مشقی اور تفصیلی سوالات و قواعد وغیرہ کے ذریعہ ان کی فکری اور تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔اس بات پر بھی زیادہ زور دیا گیا ہے کہ طلبہ و طالبات نہ صرف فارسی زبان و ادب کو نصابی ضرورت کی تکمیل کے لئے پڑھیں بلکہ ان میں علمی سرمایہ کی قدر و منزلت کا ذوق اور فارسی ادب کی دوسری کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو سکے۔

مُرتّبین

نصاب فارسی ادب

برائے جماعت دوازدہم (بارہویں جماعت کے لئے)

نصابی کتاب کا نام : نگارستانِ فارسی

نصاب تعلیم	.... نمبر مقررہ	۸۰
۱۔	تاریخِ ادبِ فارسی (انڈو پرشین)	۲۰
۲۔	نثر	۲۰
۳۔	نظم	۲۰
۴۔	قواعد، علمِ بیان	۲۰

Unit-I

مضامین نصاب　　　تاریخِ ادبیاتِ فارسی (انڈو پرشین)

(i) امیر خسروؔ

(ii) فیضیؔ

(iii) اقبالؔ

(iv) عرفیؔ شیرازی

Unit-II

حصّۂ نثر ۔ درج ذیل ماخوذ انتخابات کے اردو/انگریزی یا ہندی میں تراجم۔

(i) انتخاب از نامۂ خسروان

حکایت نمبر : ۱،۲و۳

(ii) (الف) انتخاب از کلّیات قاآنی ۔ حکایت نمبر۔۶

(ب) انتخاب از پندِ لقمان

(iii) انتخاب از غنچۂ فارسی　حکایت نمبر ۵،۲۵،۲۹،۳۰

(iv) (الف) از دبستانِ فرہنگِ ایران

۱۔ دوستانِ آذر رودارا

۲۔ کمک با دیگران

۳۔ پروینؔ اعتصامی

(ب) انتخاب از گلستانِ سعدیؔ حکایت نمبر ۲۰، ۲۲، ۲۶، ۳۶

Unit - III

حصّۂ نظم

مندرجہ ذیل ماخوذ انتخابات کی تشریح اردو/ انگریزی یا ہندی میں۔

(i) بزمیؔ ٹونکی ۔ حمد

(ii) حافظؔ (۱) آنانکہ کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند۔

(۲) صبا بلطف بگو آن غزالِ رعنارا

(۳) جانان ترا کہ گفت کہ احوالِ ما مپرس

(iii) امیر خسروؔ

(۱) سری دارم کہ سامان نیست او را

(۲) کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست

(۳) ای چہرۂ زیبائ تو رشکِ بتانِ آزری

(iv) مولانا جلال الدین رومیؔ

عتاب کردن حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام بہر شبان

(v) اقبالؔ

(۱) فصلِ بہار

(۲) محاورہ مابین خدا و انسان

(vi) بزمیؔ ٹونکی

تصوف (نظم)

(vii) سرمدؔ (رباعیات)

(۱) آن کہ ترا شکوہِ سلطانی داد

(۲) راضی دلِ دیوانہ بی تقدیر نہ شد

Unit - IV

قواعد

(i) صفت موصوف، معرفہ، نکرہ، ماضی مطلق، ماضی قریب، ماضی بعید، ماضی استمراری، ماضی شکّی اور ماضی تمنائی۔

(ii) تشبیہ، تلمیح، استقاق، حسنِ تعلیل، تجاہل عارفانہ اور تضاد

معاون کتب :

۱۔ فارسی کی پہلی کتاب : دارالاشاعت اسلامیہ، کلکتہ۔

۲۔ غنچۂ فارسی : رام نرائن لال بینی پرشاد بک سیلر، الٰہ آباد۔

۳۔ گلستانِ سعدی : سب رنگ کتاب گھر، دہلی۔

۴۔ نصابِ فارسی : (شعبۂ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

۵۔ نصابِ فارسی : فخرالاسلام اعظمی (شبلی نیشنل کالج، اعظم گڑھ)

۶۔ تاریخِ ادبیاتِ ایران : رضازادہ شفق

۷۔ نصابِ جدید فارسی، دہلی۔

۸۔ ایرانی زبان کا قاعدہ : رام نرائن لال بینی پرشاد بک سیلر، الٰہ آباد۔

☆

فہرست

نگارستانِ فارسی

برائے جماعت دوازدہم (بارہویں جماعت کے لئے)

For Class XII th

نمبر شمار		صفحہ نمبر
۱۔	دولفظ .... پروفیسر بی۔ایل۔چودھری	4
۲۔	پیش لفظ .... مرتّبین	5
۳۔	نصاب فارسی ادب برائے جماعت دوازدہم (بارہویں جماعت کے لئے)	6

Unit - I تاریخ ادبیات فارسی (انڈو پرشین)

۴۔	(i) امیر خسروؔ		18
۵۔	(ii) ابوالفیض فیضی		23
۶۔	(iii) علامہ اقبالؔ		28

۷۔	(iv) عرفیؔ شیرازی		34

حصّۂ نثر Unit - II

۸۔	(i) انتخاب از ''نامۂ خسروان'' ۔ جلال پور فتح علی شاہ قاچار	39
۹۔	حکایت (۱) بنام بخشندۂ مہربان	40
۱۰۔	حکایت (۲) پند و نصیحت	43
۱۱۔	حکایت (۳) پند و نصیحت	45
۱۲۔	سوانح حیات قاآنیؔ	47
۱۳۔	(ii) (الف) انتخاب از کلیاتِ قاآنیؔ حکایت (۶)	56
۱۴۔	(ب) انتخاب از پندِ لقمان	58
۱۵۔	پندِ لقمان	59
۱۶۔	(iii) انتخاب از غنچۂ فارسی	62
۱۷۔	حکایت (۵) دانش	63
۱۸۔	حکایت (۲۵) سکندر و حاضرین مجلس	66
۱۹۔	حکایت (۲۹) ۔ طوطی	69
۲۰۔	حکایت (۳۰)۔ پادشاہ ظالم	72

۲۱۔	(iv) (الف) انتخاب از کتاب اول دبستانِ وزارت فرہنگِ ایران	75
۲۲۔	(۱) دوستانِ آذر رودارا	76
۲۳۔	(۲) کُمک بہ دیگران	79
۲۴۔	(۳) پروینؔ اعتصامی	81
۲۵۔	گلستان	84
۲۶۔	سوانح مصلح الدین سعدیؔ شیرازی	90
۲۷۔	(ب) انتخاب از گلستانِ سعدی حکایت (۲۰)	95
۲۸۔	حکایت ۔ ۲۲	99
۲۹۔	حکایت ۔ ۲۶	103
۳۰۔	حکایت ۔ ۳۶	107

Unit - III حصۂ نظم

۳۱۔	سوانح بزمیؔ ٹونکی	111
۳۲۔	حمد	113
۳۳۔	(i) حمد بزمیؔ ٹونکی	114

۳۴۔	فارسی غزل کا تعارف	118
۳۵۔	سوانح حافظؔ شیرازی	121
۳۶۔	(ii) غزل حافظ۔۱ (آنانکہ خاک رابنظر کیمیا کنند)	122
۳۷۔	غزل حافظ۔۲ (صبا بلطف بگوآن غزال رعنارا)	127
۳۸۔	غزل حافظ۔۳ (جانان ترا کہ گفت کہ احوال ما مپرس)	131
۳۹۔	سوانح حضرت امیر خسروؒ	135
۴۰۔	(iii) غزل خسروؒ۔۱ (سَری دارم کہ سامان نیست اورا)	139
۴۱۔	غزل خسروؒ۔۲ (کافر عشقم مسلمانی مرادر کار نیست)	142
۴۲۔	غزل خسروؒ۔۳ (ای چہرۂ زیبای تو رشک بتان آزری)	145
۴۳۔	مثنوی	149
۴۴۔	(iv) سوانح مولانا جلال الدین رومیؒ	150
۴۵۔	انتخاب از مثنوی مولانا رومؒ۔ ''عتاب کردن حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام بہر شبان''	152
۴۶۔	علامہ اقبالؒ	158
۴۷۔	نظم	163

164 168 168	(v) انتخاب از اشعار اقبالؔ (۱) ’’فصل بہار‘‘ (۲) ’’محاورہ مابین خدا و انسان‘‘	۴۸۔
172 174	بزمیؔ ٹونکی (vi) انتخاب از کلام بزمیؔ ٹونکی نظم ’’تصوف‘‘	۴۹۔ ۵۰۔
180	رباعی	۵۱۔
181	سوانح حضرت سرمدؔ	۵۲۔
182	(vii) انتخاب از رباعیات سرمدؔ ۱۔ آن کہ ترا شکوہ سلطانی داد ۲۔ راضی دل دیوانہ بتقدیر نشد	۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔

قواعد Unit - IV

186	(i) قواعد صفت	۵۶۔
186	موصوف	۵۷۔

187	اسم معرفہ	۵۸۔
187	اسم نکرہ	۵۹۔
187	ماضی مطلق	۶۰۔
188	ماضی قریب	۶۱۔
189	ماضی بعید	۶۲۔
190	ماضی شکّی	۶۳۔
191	ماضی استمراری	۶۴۔
191	ماضی تمنائی	۶۵۔
194	تشبیہ (ii)	۶۶۔
195	تلمیح	۶۷۔
195	اشتقاق	۶۸۔
196	حسنِ تعلیل	۶۹۔
197	تجاہلِ عارفانہ	۷۰۔
197	تضاد	۷۱۔